پندرہ سو سال سے مسلمانوں کا
اجتماعی و مسلمہ عقیدہ عقیدۂ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور کا

ناموسِ رسالت نمبر



بیاد

مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

مدیر
محمد منیر رضا قادری

مرکزی مجلس رضا
MARKAZI MAJLIS-E-REZA

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

شمارہ:۳۶۲۔اپریل 2021ء/شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ۔جلد:۳۰

بیاد

مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ اعلیٰ

محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

مرکزی مجلس رضا

MARKAZI MAJLIS-E-REZA

فہرست

زرِ تعاون: فی پرچہ - روپے ۳

سالانہ چندہ بذریعہ ڈاک -/500

خط و کتابت ترسیل زر اور ملنے کا پتا

مسلم کتابوی
داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
0321-4477511
042-37225605
Email:muslimkitabevi@gmail.com

ناموسِ رسالت بڑا احساس موضوع ہے

ڈاکٹر رضوانہ سحر

محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا ہے؟ اگر دیکھنی ہے تو سیرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مطالعہ کیجیے، اصحابِ محمد رضی اللہ عنہم، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر بے تاب عشق فرماتے کہ دنیا میں آج تک اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ کیونکہ امت محمدی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق میں ایک اہم ترین حق، محبت کرنا ہے اور محبت وہ مطلوب ہے جو مال و دولت سے، آل اولاد سے بلکہ خود اپنی جان سے بھی بڑھ کر ہو۔ یہ کمالِ ایمان کی ایک لازمی شرط ہے۔ کوئی بشر (مرد وعورت) اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا/ ہوسکتی جب تک کہ اس کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک، خود اس کے ماں باپ سے، بیوی بچوں سے اور خود اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ بن جائے۔ یہ حبِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین کی بنیاد اور اس کے فرائض میں سے ایک اہم ترین فریضہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جسے تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (التوبہ 24)

والدین، بیوی بچے، مال و دولت اور خاندان وقبیلہ وغیرہ ان سب کی محبت بے شک فطری ہے، اور اللہ کی طرف سے انسانی فطرت میں ودیعت ہے۔ لیکن آیت بالا میں اس کی نفی نہیں بلکہ اس بات کا مطالبہ ہے کہ ان سب چیزوں کی محبت سے زیادہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور اللہ جل جلالہ کے دین سے محبت ہونی چاہئے اور یہ ایسی لازمی و ضروری چیز ہے کہ اللہ کا عذاب بھی آسکتا ہے نیز آیت کے آخر میں یہ بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ ''اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یعنی کہ ایسے لوگ جو اللہ جل جلالہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب نہیں رکھتے وہ فسق و گناہ میں مبتلا، راہِ حق سے ہٹے ہوئے اور ہدایتِ الٰہی سے محروم ہیں۔ مومن کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کس درجہ اہم اور ضروری ہے اس بات کو ہم متعدد احادیث شریف سے سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی حب کو ایمان کی بنیاد قرار دیا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' (صحیح بخاری)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل وعیال، اس کے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔'' (صحیح مسلم)

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ

پکڑے ہوئے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یقیناً آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میرے نفس (زندگی) کے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہاں تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہارے نفس (زندگی) سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔'' یعنی اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات سُنی تھی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''ہاں! اللہ کی قسم، اب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اپنے نفس (جان) سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہاں اب اے عمر۔'' یعنی اب تمہارا ایمان مکمل ہوا۔ (صحیح بخاری)

یہ تمام روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ہر بندہ بشر مومن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لازمی محبت ہونی چاہئے اور یہ محبت دنیا کی تمام محبوب چیزوں سے حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر ہونی چاہئے۔ جب تک کوئی شخص اس معیار پر پورا نہ اترے، اس کا ایمان بھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنی ذات سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی ایسی مثالیں پیش کیں کہ آج عقلِ انسانی حیران رہ جاتی ہے اور تاریخ کسی اور شخص کے بارے میں ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ لوگوں کی محبت کیسی ہوتی تھی؟ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں مال و اولاد اور ہمارے ماں باپ سے زیادہ محبوب تھے اور

اس سے زیادہ محبوب تھے جتنا کہ شدید پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔''

کُتبِ سیرت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت، جانثاری کے لاتعداد واقعات ہم مطالعہ کر سکتے ہیں جیسا کہ

زید بن وثنہ رضی اللہ عنہ کو کفار نے پکڑ لیا اور انہیں قتل کرنے کے ارادے سے حرم سے باہر لے چلے۔ راستہ میں ابوسفیان نے (جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے) ان سے کہا کہ میں تمہیں اللہ جل جلالہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، بتاؤ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) پھانسی دی جاتی اور تم گھر میں آرام سے رہتے؟ زید بن وثنہ رضی اللہ عنہ جواب دیا:

''اللہ جل جلالہ کی قسم! مجھے ہرگز یہ بات بھی گوارہ نہیں کہ میں چھوڑ دیا جاؤں اور اس رہائی کے بدلے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اسی جگہ رہتے ہوئے جہاں آپ اس وقت تشریف فرما ہیں کوئی کانٹا بھی چبھے۔'' یہ سن کر ابوسفیان حیران رہ گیا اور یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ ہم نے کسی کو کسی سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی محبت اصحابِ محمد، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کرتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ/ بیہقی شریف)

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کفار کی ایک سازش میں ان کی زد میں آ گئے۔ کفار نے انہیں چند دن تک بھوکا پیاسا قید رکھا پھر انہیں سولی پر لٹکانے کیلئے ایک مقام پر لے آئے۔ تختۂ دار پر کھڑا کرنے کے بعد ان ظالموں نے کہا کہ اگر اسلام چھوڑ دو تو جان بخشی ہو سکتی ہے مگر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا جواب تھا کہ جب اسلام نہ رہا تو جان رکھ کر کیا کروں؟ ظالم کفار نے نہ صرف انہیں سولی پر لٹکایا بلکہ نیزوں سے ان کے جسم کو اذیت بھی دینے لگے۔ ایک شقی القلب نے نیزہ سے جگر چھید کر کہا اب تو تم ضرور یہ پسند کرتے ہو گے کہ میری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتے اور میں چھوٹ جاتا۔ یہ

سننا تھا کہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نہایت جوش سے بول اٹھے: ''اللہ جل جلالہٗ کی قسم! مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان بچ جائے اور اس کے عوض محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پائے مبارک میں کانٹا چبھے۔'' (البدایہ والنہایہ)

سیدنا سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کبھی کبھی بے ہوش ہوجایا کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وجہ دریافت کی تو عرض کیا کہ مجھے کوئی بیماری نہیں لیکن میں اس مجمع میں موجود تھا جب خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکایا گیا۔ مجھے ان کی باتیں یاد آتی ہیں تو روح کانپ جاتی ہے اور بے ہوش ہوجاتا ہوں۔

غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ محبت اور جاںنثاری کی کئی مثالیں سامنے آئیں۔ مسلم تیراندازوں کے ایک دستہ کی غلطی سے مسلمانوں کو وقتی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اور کفار کی فوج پشت سے حملہ آور ہوئی تو ایک موقع ایسا بھی آیا کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو سارے عالم کیلئے رحمت بن کر تشریف لائے تھے بے رحم دشمنان اسلام کے نرغہ میں آ گئے۔ اس وقت آپ کے قریب چند جانثار صحابہ کرام نے اپنے ہاتھوں اور اپنے سینوں سے ڈھال کا کام کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف آنے والے ہر تیر کو وہ ہاتھ اور سینے سے روکتے رہے۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے 70 سے زیادہ تیر اپنے ہاتھ اور سینے سے روکے۔ ان شدید زخموں کے سبب ان کا ہاتھ ہمیشہ کیلئے شل ہوگیا تھا۔ ایک موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جو آپ کیلئے ڈھال بنے ہوئے تھے کہنے لگے: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ نظر نہ اٹھائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کا کوئی تیر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تک پہنچ جائے، میرا سینہ آپ کیلئے حاضر ہے۔ یعنی جب تک مجھ میں جان ہے آپ تک دشمن کا کوئی

تیر نہیں پہنچ سکتا۔

اس موقع پر سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں آپ کی حفاظت کیلئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک کر اس طرح ڈھال بن گئے کہ دشمنوں کے تیران کی پیٹھ میں پیوست ہونے لگے لیکن وہ ذرا حرکت نہ کرتے تھے کہ کہیں کوئی تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچ جائے۔

اسی غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی افواہ بھی پھیل گئی۔ یہ خبر جب مدینہ پہنچی تو ایک انصاری خاتون بے اختیار میدانِ احد کی طرف نکل پڑیں۔ اس غزوہ میں اس عورت کے باپ، بھائی، بیٹا اور شوہر سب شہید ہو گئے تھے۔ وہ جب ان پر سے گزرتی تو لوگ یکے بعد دیگرے اسے خبر دیتے کہ یہ تمہارا باپ ہے، یہ بیٹا، یہ بھائی اور یہ تمہارا شوہر ہے لیکن وہ ہر مرتبہ بے چینی سے پوچھتی کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس حال میں ہیں؟

وہ کہتے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آ گئے ہیں، وہ کہتی کہ مجھے دکھاؤ کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ جب چہرۂ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر پڑی تو بے اختیار کہنے لگی: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قربان، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سلامت موجود ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت اور جانثاری کی بے نظیر مثالیں سیرت میں موجود ہیں جن سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ اہل ایمان سے جس محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالبہ کیا گیا تھا ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں باپ، اولاد اور اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔ یقیناً صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی ہی محبت کر کے دکھائی۔ ان کے ہاں صرف محبت اور

عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دعوے نہیں تھے بلکہ عمل سے وہ اس کا ثبوت بھی فراہم کرتے تھے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ

ختم نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے قانون کا تحفظ بطور مسلمان ہر ایک شخص پر فرض ہے اور اس کے لئے کسی بھی قسم کے عہدے، لالچ، سمجھوتے یا ہیر پھیر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا جس کی بنیاد یہی ہے کہ ''پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ الا اللہ' محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم'' اللہ جل جلالہ اپنے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت رکھنے والوں کو دنیوی موت کے بعد، بھی زندہ جاوید رکھتا ہے۔ جو آپ کی محبت میں خاک ہوتا ہے، وہ سدا زندگی پا جاتا ہے، کا فلسفہ صرف عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہی سمجھ آسکتا ہے۔ اس محبت کے فلسفے کو اگر گہرائی میں سمجھا تو علامہ اقبال نے سمجھا اور یہاں آکر بات ختم کردی کہ

کی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

مجھے یہاں افکار اہل سنت کا بیان کردہ ایک ایمان افروز واقعہ یاد آ گیا کہ

''حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کے مسیلمہ کذاب کی طرف بھیجا، مسیلمہ کذاب نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کو کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں، مسیلمہ نے کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں (مسیلمہ) بھی اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں بہرا ہوں تیری یہ بات نہیں سن سکتا، مسیلمہ بار بار سوال کرتا رہا، وہ یہی جواب دیتے رہے اور مسیلمہ ان کا ایک ایک عضو کاٹتا رہا حتیٰ کہ حبیب رضی اللہ

عنہ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کر دیا گیا۔"

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج:۱،ص:۴۲۱ طبع بیروت)

اندازہ فرمائیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرانے کو تیار تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے خلاف ایک لفظ تک سننا گوارا نہ کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جو محبت، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کی اور اس کا حق ادا کیا، اس کی تو قیامت تک مثال ہی نہیں مل سکتی۔

اب ہم چلتے ہیں اپنے پیارے عزیز ملک کی جانب اسلامی جمہوریہ پاکستان، یہ دیکھیں جس کو لوگ مدینہ ثانی اور اسلام کا قلعہ تک کہتے ہیں لیکن ایک کافرہ ملعونہ عورت جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی ہے اور عدالت اس کو رہا کرتی ہے، جس کے لیے "ملک مدینہ ثانی" اور "اسلام کا قلعہ" جیسے الفاظ حکمران استعمال کرتے ہیں۔کیا یہ ہے مدینہ ثانی؟

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کا یہ صرف ایک کیس نہیں پاکستان میں بلکہ بڑی تعداد میں ایسے کیسیز ہوئے ہیں لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں

جس ملک میں عدالت کی توہین، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی (نعوذ باللہ) توہین کے مقابلے میں بڑی توہین سمجھی جاتی ہو ایسے افراد ایسے نظام پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تحفظ ناموس رسالت اور قرآن مجید

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

کافروں اور منافقوں نے جب کبھی بھی حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ بارک وسلم کی بے ادبی وگستاخی کی یا آپ پر الزام تراشی کی تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے خود اس کا جواب دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جواب سے غنی کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس سنت سے ہم تمام مسلمانوں کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ ہر وقت ہر جگہ اور ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس کا بھرپور انداز میں دفاع کیا جائے، چاہے اپنی جانوں کا نذرانہ ہی کیوں نہ پیش کرنا پڑے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت، مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے گزری اور قرآن و حدیث کے گلشن سے ناموس رسالت کے پھولوں کو چن چن کر بھولے بھالے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو پیش کر کے مسلمانوں کے ایمان کو مستحکم کیا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے لگائے ہوئے ناموس رسالت کے گلشن میں سے چند پھول آپ کے پیش نظر ہیں۔ (ادارہ)

حضور سید المرسلین، افضل المحبوبین، محمد رسول اللہ، خاتم النبیین، صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین، کی خدمتِ والاعظمت میں کفار نے جو زبان درازی کی ہے ملک السموٰت والارض جل جلالہٗ خود متکفل جواب ہوا ہے اور محبوبِ اکرم مطلوب اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے آپ مدافعہ فرمایا ہے۔ طرح طرح حضور کی تنزیہ و تبریت ارشاد فرمائی۔ جا بجا رفعِ الزامِ اعدائے لیام پر قسم یاد فرمائی، یہاں تک کہ غنی مغنی عزّ مجدہ نے ہر جواب وخطاب سے حضور کو غنی کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا جواب دینا حضور کے خود جواب دینے سے بدرجہا حضور کے لیے بہتر ہوا۔ اور یہ وہ مرتبہ عظمیٰ ہے کہ نہایت نہیں رکھتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾[1] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ت)

کفار نے کہا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٦﴾ ؕ[2]

اے وہ جن پر قرآن اترا، بیشک تم مجنون ہو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿١﴾ مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢﴾[3]

قسم قلم اور نوشتہائے ملائک کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں۔

---

1 القرآن الکریم، الحدید: ۲۱

2 القرآن الکریم، الحجر: ٦

3 القرآن الکریم، القلم: ۱ و ۲

وَاِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ۝٣ [1]

اور بے شک تیرے لیے اجر بے پایاں ہے۔

کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم و کرم سے پیش آتا ہے۔ مجنون تو چلتی ہوا سے اُلجھا کرتے ہیں، تیرا سا حلم وصبر کوئی تمام عالم کے عقلاء میں تو بتادے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ۝٤ [2]

اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے۔

کہ ایک حلم وصبر کیا تیری جو خصلت ہے اس درجہ عظیم و باشوکت ہے کہ اخلاقِ عاقلانِ جہان مجتمع ہوکر اُس کے ایک شمہ [3] کو نہیں پہنچتے۔ پھر اُس سے بڑھ کر اندھا کون جو تجھے ایسے لفظ سے یاد کرے، مگر یہ اُن کا اندھا پن بھی چند روز کا ہے۔

فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَ ۝٥ بِاَيِّٮكُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ۝٦ [4]

عنقریب تُو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے۔

آج اپنی بے خردی و دیوانگی و کورباطنی سے جو چاہیں کہہ لیں، آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے اور دوست و دشمن سب پر کھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(۲) وحی اُترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے:

ان محمدًا ودعه ربه و قلاه [5]

---

1 القرآن الکریم، القلم: ۳

2 القرآن الکریم، القلم: ۴

3 شمہ۔ نیک خصلت

4 القرآن الکریم، القلم: ۵و۶

5 معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹۳/۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۴/۴۶۵

بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کواُن کے رب نے چھوڑ دیااور دشمن پکڑا۔

حق جل وعلانے فرمایا:

وَالضُّحٰى ﴿١﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴿٢﴾[1]

قسم ہے دن چڑھے کی ،اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے۔

یا قسم اے محبوب تیرے رُوئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ﴿٣﴾[2]

نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑااور نہ دشمن بنایا۔

اور یہ اشقیاء بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے،اس مہر ہی کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے ہیں اور حسد وعناد سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں مگر یہ خبر نہیں کہ:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿٤﴾[3]

بے شک آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے۔

وہاں جونعمتیں تجھ کوملیں گی نہ آنکھوں نے دیکھیں ،نہ کانوں نے سنیں ،نہ کسی بشر یا ملک کے خطرے میں آئیں ،جن کا اجمال یہ ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾[4]

---

۱ القرآن الکریم، الضحیٰ:۱و۲

۲ القرآن الکریم، الضحیٰ:۳

۳ القرآن الکریم، الضحیٰ:۴

۴ القرآن الکریم، الضحیٰ:۵

قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہو جائے گا۔

اُس دن دوست دشمن سب پر کھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر، اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خدا کی عظیم، جلیل، کثیر، جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں۔ کیا تیرے پہلے احوال اُنہوں نے نہ دیکھے؟ اور اُن سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظرِ عنایت تجھ پر ہے، ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے۔ اَلَمۡ یَجِدۡكَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ۶ الی اٰخر السورۃ۔[1] کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی (سورت کے آخر تک۔ت)

(۳) کفار نے کہا: لَسۡتَ مُرۡسَلًا[2]

تم رسول نہیں ہو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

یٰسٓ ۱ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۲ اِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۳[3]

اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، تو بیشک مرسل ہے۔

(۴) کفار نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شاعری کا عیب لگایا۔ حق جل وعلا نے فرمایا:

وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا یَنۡۢبَغِیۡ لَهٗ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ وَّقُرۡاٰنٌ مُّبِیۡنٌ ۶۹[4]

نہ ہم نے انہیں شعر سکھایا اور نہ وہ ان کے لائق تھا۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن بیان والا قرآن۔

---

۱ القرآن الکریم، الضحیٰ: ۶ تا ۱۱

۲ القرآن الکریم، الرعد: ۴۳

۳ القرآن الکریم، یٰسٓ: ۱ تا ۳

۴ القرآن الکریم، یٰسٓ: ۶۹

(۵) منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے اور اُن میں کوئی کہتا ایسا نہ ہو کہیں اُن تک خبر پہنچے۔ کہتے: پہنچے گی تو کیا ہوگا، ہم سے پوچھیں گے ہم مُکر جائیں گے، قسمیں کھالیں گے، انہیں یقین آجائے گا، کہ هُوَ اُذُنٌ ؕ[۱] وہ تو کان ہیں۔ جیسی ہم سے سنیں گے مان لیں گے۔

حق جل وعلا نے فرمایا: اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ[۲] وہ تمہارے بھلے کے لیے کان ہیں کہ جھوٹے عذر بھی قبول کر لیتے ہیں۔ اور بکمال حلم وکرم چشم پوشی فرماتے ہیں۔ ورنہ کیا انہیں تمہارے بھیدوں اور خلوت کی چھپی باتوں پر آگاہی نہیں۔ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ[۳] خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ تمہارے اسرار سے انہیں مطلع کرتا ہے، پھر تمہاری جھوٹی قسموں کا انہیں کیونکر یقین آئے۔ ہاں وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ[۴] ایمان والوں کی بات واقعی مانتے ہیں۔ کہ انہیں اُن کے دل کی سچی حالتوں پر خبر ہے۔ اس لیے وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ ؕ[۵] مہربانی اُن پر جو تم میں ایمان لائے۔ کہ ان کے طفیل سے انہیں ہمیشگی کے گھر میں بڑے بڑے رتبے ملتے ہیں۔ اور اگرچہ یہ بھی اُن کی رحمت ہے کہ دنیا میں تم سے چشم پوشی ہوتی ہے۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا نہ سمجھو، کہ تمہاری گستاخیوں سے انہیں ایذاء پہنچی ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۱﴾[۶] اور

---

۱ القرآن الکریم: التوبہ: ۶۱

۲ القرآن الکریم: التوبہ: ۶۱

۳ القرآن الکریم: التوبہ: ۶۱

۴ القرآن الکریم: التوبہ: ۶۱

۵ القرآن الکریم: التوبہ: ۶۱

۶ القرآن الکریم: التوبہ: ۶۱

جولوگ رسول اللہ کو ایذا دیں ان کے لیے دُکھ کی مار ہے۔

(۶) ابن اُبی شقی ملعون نے جب وہ کلمہ ملعونہ کہا:

لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ لَيُخۡرِجَنَّ الۡاَعَزُّ مِنۡهَا الۡاَذَلَّ [1]

اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کرے گا عزت والا ذلیل کو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

وَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ وَلِرَسُوۡلِهٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَلٰـكِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝۸ [2]

عزت تو ساری خدا اور رسول و مومنین ہی کے لیے ہے، پر منافقوں کو خبر نہیں۔

(۷) عاص بن وائل شقی نے جو صاحبزادہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال پُرملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا:

اِنَّاۤ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ؕ‏ ۝۱ [3] بیشک ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمائی۔

کہ اولاد سے نام چلنے کو تمہاری رفعت ذکر سے کیا نسبت، کروڑوں صاحبِ اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا اور تمہاری ثناء کا ڈنکا تو قیامِ قیامت تک اکنافِ عالم واطرافِ جہاں میں بجے گا اور تمہارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ اطباقِ فلک آفاق زمین میں پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمہیں نفیس وطیب عطا ہوگی جن کی بقا سے بقائے عالم مربوط رہے گی۔ اس کے سوا تمام مسلمان تمہارے بال بچے ہیں اور تم سا مہربان اُن کے لیے کوئی نہیں، بلکہ حقیقتِ کار کو نظر کیجیے تو تمام عالم تمہاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور تمہارے ہی نور سے سب کی آفرینش

---

۱ القرآن الکریم: المنافقون: ۸

۲ القرآن الکریم: المنافقون: ۸

۳ القرآن الکریم: الکوثر: ۱

ہوئی۔ اسی لیے جب ابوالبشر آدم تمہیں یاد کرتے یوں کہتے: یا ابنی صورۃ و أبی معنًی [1] اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔ پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے۔ جب اُس کی یہ عنایت بیغایت تم پر مبذول ہو، تو تم ان اشقیاء کی زبان درازی پر کیوں ملول ہو بلکہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ [2] رب کے شکرانہ میں اس کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳ [3] جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے۔ کہ جن بیٹوں پر اُسے ناز ہے یعنی عمرو ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہما، وہی اُس کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور تمہارے دینِ حق میں آکر بوجۂ اختلافِ دین اُس کی نسل سے جدا ہو کر تمہارے دینی بیٹوں میں شمار کیے جائیں گے۔ پھر آدمی بے نسل ہوتا۔ تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا۔ اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے۔ تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی و نفرین کے ساتھ لیا جائے گا، اور روزِ قیامت ان گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۸) جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے قریب رشتہ داروں کو جمع فرما کر وعظ و نصیحت اور اسلام و اطاعت کی طرف دعوت کی۔ ابولہب شقی نے کہا:

تبالك سائر اليوم لهٰذا جمعتنا۔ [4]

ٹوٹنا اور ہلاک ہونا تمہارے لیے ہمیشہ کو، کیا ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا۔

---

۱ المدخل لابن الحاج، فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، دار الکتاب العربی بیروت، ۲/ ۳۴

۲ القرآن الکریم: الکوثر: ۲

۳ القرآن الکریم: الکوثر: ۳

۴ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ تبت یدا ابی لہب نمبر ۱۱۱، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲/ ۷۴۳
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان من مات علی الکفر الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۱۱۴
تفسیر المراغی، تحت الآیۃ ۱۱۱/ ۱، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳۰/ ۲۶۰

حق جل وعلا نے فرمایا: تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ①[1] ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے۔ اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا، مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ②[2] اُس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کمایا۔ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ③[3] اب دھنستا ہے بھڑکتی آگ میں۔ وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ④[4] اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر لیے۔ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ⑤[5] اُس کے گلے میں مونج کی رسی۔[6]

(۹) تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۱﴾[7]

جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اور فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾[8]

بیشک جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ عزوجل ایذا سے پاک ہے اُسے کون ایذا دے سکتا ہے، مگر حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

---

۱ القرآن الکریم، اللہب:۱

۲ القرآن الکریم، اللہب:۲

۳ القرآن الکریم، اللہب:۳

۴ القرآن الکریم، اللہب:۴

۵ القرآن الکریم، اللہب:۵

۶ فتاوٰی رضویہ شریف پاکستان، جلد ۳۰، صفحہ ۱۶۴ تا ۱۶۹۔ فتاوٰی رضویہ شریف انڈیا، جلد ۱۹ صفحہ ۶۳ تا ۶۷

۷ القرآن الکریم، التوبہ:۶۱

۸ القرآن الکریم، الاحزاب:۵۷

کی شان میں گستاخی کو اپنی ایذا فرمایا۔

اُس (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم کو ایذا دینے والا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدگویوں سے محبت کا برتاؤ کرے) کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ آخرت میں ذلیل وخوار ہوگا۔ اس نے اللہ واحد قہار کو ایذا دی۔ اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ[1]

(۱۰) تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا ؕ وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ وَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ[2]

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہوکر کافر ہوگئے۔

ابن جریر وطبرانی وابوالشیخ وابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا عنقریب ایک شخص آئے گا تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا: تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے

---

[1] فتاوی رضویہ شریف پاکستان، جلد ۳۰، صفحہ ۳۱۴۔ فتاوی رضویہ شریف انڈیا، جلد ۱۸، صفحہ ۲۹۲

[2] القرآن الکریم، التوبہ: ۷۴

یہ آیت اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔[1]

دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگر چہ لاکھ مسلمانی کا مدعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے۔[2]

(۱۱) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۝۶۵ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ[3]

اور اگر تم اُن سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں:

انه قال فی قوله تعالیٰ "وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ" (التوبہ: ۶۵) قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا وما یدریه بالغیب۔

یعنی کسی کی اونٹنی گم ہوگئی، اس کی تلاش تھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی

---

[1] الدرالمنثور: بحوالہ ابن جریر والطبرانی وابن مردویہ تحت آیت ۹ / ۴۷، داراحیاالتراث العربی بیروت ۴ / ۲۱۹

[2] فتاوی رضویہ شریف پاکستان، جلد ۳۰، صفحہ ۳۲۸، ۳۲۹۔ فتاوی رضویہ شریف انڈیا، جلد ۱۸، صفحہ ۳۰۳، ۳۰۴

[3] القرآن الکریم، التوبہ: ۶۵و۶۶

فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے، اس پر ایک منافق بولا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔ (دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم، صفحہ ۱۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی، جلد سوم، ص ۲۵۴)

منکرینِ علم غیب کے لیے سبق

مسلمانو! دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ ''وہ غیب کیا جانیں''، کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں، دیکھو یہ قول منافق کا ہے اور اس کے قائل کو اللہ تعالیٰ نے اللہ و قرآن و رسول سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر مرتد ٹھہرایا اور کیوں نہ ہو، کہ غیب کی بات جاننی شانِ نبوت ہے جیسا کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام احمد قسطلانی و مولانا علی قاری و علامہ محمد زرقانی وغیرہم اکابر نے تصریح فرمائی جس کی تفصیل رسائل علم غیب میں بفضلہٖ تعالیٰ بروجہ اعلیٰ مذکور ہوئی۔ پھر اس کی سخت شامت کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو غیب کی ایک بات بھی خدا کے بتائے سے بھی نبی کو معلوم[1] ہونا محال و ناممکن بتاتا ہے اُس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور

---

[1] اس نئے شاخسانے کے رَد میں بفضلہٖ تعالیٰ چار رسالے ہیں: (۱) اراحۃ جوانح الغیب (۲) الجلاء الکامل (۳) ابرار المجنون (۴) میل الہداۃ، جن میں پہلا ان شاء اللہ مع ترجمہ عنقریب شائع ہوگا اور باقی تین بھی بعونہٖ تعالیٰ اس کے بعد، باللہ التوفیق ۱۲ کاتب عفی عنہ

اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے اللہ تعالیٰ شیطان کے دھوکوں سے پناہ دے، آمین!

ہاں بے خدا کے بتائے کسی کو ذرّہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے اور جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء[1] کے خلاف ہے، لیکن روزِ اول سے روزِ آخر تک کا ما کان و ما یکون اللہ تعالیٰ کے معلومات سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک ذرے کے لاکھویں، کروڑویں حصے برابر، تری کو، کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ہو بلکہ یہ خود علوم محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، ان تمام امور کی تفصیل ''الدولۃ المکیہ'' وغیرہا میں ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اور ان شاء اللہ العظیم بہت مفید تھا۔[2]

بالجملہ اس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صدہا نکلیں گی۔ اسی طرح حضرت یوسف و بتول مریم اور ادھر ام المومنین صدیقہ علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصے، اس مضمون پر شاہدِ عدل ہیں۔ حضرت والد ماجد ''سرور القلوب فی ذکر المحبوب'' میں فرماتے ہیں:

''حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی، اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اُٹھا خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی، اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبۂ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں، اور عزت و امتیاز ان کا بڑھائیں۔[3]

---

[1] اکثر کی قید کا فائدہ رسالہ ''الفیوض المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ'' میں ملاحظہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ کاتب عفی عنہ

[2] فتاوٰی رضویہ شریف (پاکستان)، ج ۳۰، ص ۳۲۹-۳۳۰ / (انڈیا) ج ۱۸، ص ۳۰۴-۳۰۳

[3] سرور القلوب فی ذکر المحبوب، باب ۶، ص ۱۹۸، ملتقطاً

محل غور ہے کہ اراکین دولت ومقربان حضرت سے باغیانِ سرکش بگستاخی وبے ادبی پیش آئیں اور بادشاہ ان کے جوابوں کو انہیں پر چھوڑ دے، مگر ایک سردار بلند وقار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اس کی جناب میں کریں، حضرت سلطان اُس مقرب ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے، بلکہ بہ نفس نفیس اس کی طرف سے تکفل جواب کرے۔ کیا ہر ذی عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ سرکار سلطانی میں جو اعزاز وامتیاز تھا اِس مقرب جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا حصہ اس میں نہیں۔ والحمد للہ رب العلمین۔[1]

اللہ تعالیٰ کی نصیحت

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴿۶۸﴾ ''اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔'' (الانعام:۶۸)

''تفسیرات احمدیہ'' میں ہے: دخل فیہ الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کلھم ممتنع اس آیت کے حکم میں ہر کافر ومبتدع اور فاسق داخل ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم کی نصیحت

ابن حبان وطبرانی وعقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم: لاتواکلوھم ولا تشاربوھم، ولا تجالسوھم، ولا تنا

---

[1] فتاوی رضویہ شریف پاکستان، جلد ۳۰، صفحہ ۱۶۹۔ فتاوی رضویہ شریف انڈیا، جلد ۱۹، صفحہ ۶۷، ۶۸

[2] التفسیرات الاحمدیہ تحت آیت ۶/ ۶۸ مطبع کریمی بمبیٔ انڈیا، ص ۳۸۸

کحوهم، وإذا مرضوا فلا تعودوهم، واذا ماتوا فلا تشهدوهم، ولاتصوا عليهم، ولاتصوا معهم

ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے ساتھ پانی نہ پیو ان کے پاس نہ بیٹھو ان سے رشتہ نہ کرو۔ وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ نہ ان کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔[1]

عاشق رسول امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی نصیحت

ارے! مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم تمہیں منع فرماتے ہیں وہ تمہاری جان سے بڑھ کر تمہارے خیر خواہ ہیں۔ (حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ ، التوبہ: ۱۲۸) تمہارا مشقت میں پڑنا ان کے قلبِ اقدس پر گراں ہے (عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ، التوبہ: ۱۲۸) واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر (بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ، التوبہ: ۱۲۸) ارے! اُن کی بات سنو، ان کا دامن تھام لو، ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ۔

وہ فرماتے ہیں: اياكم واياهم، لايضلونكم ولا يفتنونكم ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔[2]

---

[1] کنز العمال، حدیث: ۳۲۴۶۸، ۳۲۵۲۸، ۳۶۵۲۹، ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۱/ ۵۲۹، ۵۴۰، ۵۴۲۔ الضعفاء الکبیر، حدیث ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱/ ۱۲۶۔ العلل المتناہیۃ حدیث ۲۶۰، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱/ ۱۶۲

[2] صحیح مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۱۰

فتاویٰ رضویہ شریف۔ لاہور پاکستان، ج ۱۵، ص ۱۰۴-۱۰۵ / انڈیا، ج ۲۰، ص ۶۱۸-۶۱۹

گستاخِ رسول کا شرعی حکم

(صارم الاسلام علی شاتم خیر الانام)

شیخ الحدیث التفسیر مولانا غلام رسول قاسمی قادری مدظلہ

گستاخِ رسول کافر ہے اور اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ اولاً جب کوئی شخص اپنے نبی کو ہی گالی دے یا ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرے تو یہی حرکت اس کے کفر کا کھلا اور کافی شافی ثبوت ہے، مزید کسی دلیل کو تلاش کرنے کی کیا حاجت؟

ثانیاً اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ اس جیسی آیات سے ایسے شخص کا کفر وارتداد واضح ہو رہا ہے۔

ثالثاً اللہ کریم فرماتا ہے: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ (الحجرات: ۲)
گستاخ کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور کفر ہی ہے جو اعمال کو برباد کرتا ہے۔

رابعاً اس پر پوری امت کا اجماع اور اتفاق ہے کہ گستاخِ رسول کافر ہو جاتا ہے۔ شامی میں ہے کہ اجمع المسلمون ان شاتمہ کافر یعنی تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ گستاخِ رسول کافر ہے۔ (شامی جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں کہ ایما رجل سب

رسول اللہ ﷺ او کذبہ او عابہ او تنقصہ کفر باللہ وبانت امرأتہ
یعنی جس آدمی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی یا جھوٹا کہا یا عیب اور نقص نکالا وہ کافر ہو گیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔ (کذا فی الشامی جلد ۳ صفحہ ۳۱۹)

درمختار میں ہے کہ من شك فی عذابہ و کفرہ کفر یعنی جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہو گیا۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

شامی میں بھی یہی ہے کہ من شك فی عذابہ و کفرہ کفر یعنی جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہو گیا۔ (شامی جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے

قرآن کا فیصلہ

گستاخِ رسول کی شرعی سزا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا یعنی دنیا میں ہی ان پر اللہ کی لعنت ہے۔

دنیا میں اللہ کی لعنت سے مراد ان لوگوں کا قتل ہے۔ (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

گستاخِ رسول کی سزا پر احادیث

عن علی رضی اللہ عنہ ان یہودیۃ کانت تشتم النبی ﷺ وتقع فیہ فخنقھا رجل حتی ماتت فابطل النبی ﷺ دمھا رواہ ابو داؤد [ابوداؤد حدیث رقم: ۴۳۶۲، السنن الکبریٰ للبیھقی ۹/۲۰۰] صحیح

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں بکتی تھی اور بے ادبی کرتی تھی ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے مار دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خون رائیگاں جانے دیا قاتل کو سزا نہیں دی۔

وعن الحسین بن علی رضی اللہ عنہما عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ قال من سب نبیا فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاضربوہ رواہ العیاض فی الشفاء [الشفاء ۲ / ۱۹۴، المعجم الصغیر للطبرانی ۱ / ۲۳۶]۔ الحدیث ضعیف

ترجمہ: سیدنا حسین بن علی اپنے والد ماجد سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کر دو اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے مارو۔

وفی الحدیث الصحیح امر النبی ﷺ بقتل کعب بن الاشرف وقولہ من لکعب بن الاشرف؟ فانہ یوذی اللہ و رسولہ ووجہ الیہ من قتلہ غیلۃ دون دعوۃ بخلاف غیرہ من المشرکین وعلل باذاہ لہ. فدل ان قتلہ ایاہ لغیر الاشراك بل للاذی رواہ البخاری [بخاری حدیث رقم: ۲۵۱۰، ۳۰۳۱، ۳۰۳۲، ۴۰۳۷، مسلم حدیث رقم: ۳۶۶۴]۔

ترجمہ: صحیح حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن اشرف گستاخ کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتا ہے اسے کون قتل کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کے برعکس اسے توبہ کا موقع نہیں دیا بلکہ براہِ راست قتل کرنے کے لیے صحابہ کو بھیجا اور گستاخی کو اس کے قتل کا

سبب قرار دیا۔

وكذلك قتل ابا رافع، قال البراء وكان يوذى رسول اللهﷺ ويعين عليه رواه البخاري [بخاری حدیث رقم: ٣٠٢٢، ٣٠٢٣، ٤٠٣٨، ٤٠٣٩، ٤٠٤٠]

ترجمہ: ابورافع گستاخِ رسول تھا، اسے قتل کردیا گیا۔

وكذلك امره يوم الفتح بقتل ابن خطل وجاريتيه اللتين كانتا تغنيان بسبهﷺ رواه البخاري [بخاری حدیث رقم: ١٨٤٦، ٣٠٤٤، ٤٢٨٦، ٥٨٠٨، مسلم حديث رقم: ٣٣٠٨، ابوداؤد حديث رقم: ٢٦٨٥، ترمذی حدیث رقم: ١٦٩٣، نسائی حدیث رقم: ٢٨٦٧، ٢٨٦٨، مسند احمد حديث رقم: ١٢٠٧٤، ١٢٦٨٧، ١٢٩٣٧، ١٣٤١٨، ١٣٤٤٢، ١٣٥٢٤]۔

ترجمہ: ابن خطل اور اس کی دو لونڈیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ دونوں لونڈیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ شعر گایا کرتی تھیں۔

وفي حديث آخر ان رجلا كان يسبهﷺ، فقال من يكفيني عدوى؟ فقال خالد انا، فبعثه النبيﷺ فقتله رواه العياض فى الشفاء [الشفاء ٢/١٩٥]۔

ترجمہ: ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں بکتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے دشمن کو کون قتل کرے گا؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری قبول کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جا کر اسے قتل کر دیا۔

و كذلك امر بقتل جماعة ممن كان يوذيه من الكفار و يسبه كالنضر بن الحارث و عقبة بن ابى معيط و عهد بقتل جماعة منهم قبل الفتح وبعده فقتلوا الا من بادر باسلامه قبل القدرة عليه رواه العياض فى الشفاء [الشفاء ۲/۱۹۵]۔

ترجمہ: فتح سے پہلے اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط جیسے کئی گستاخوں کے قتل کا حکم دیا۔ پورے گروہ کو قتل کر دیا گیا۔ صرف وہ بچ گئے جو قابو میں آنے سے پہلے پہلے مسلمان ہو گئے۔

وقد روى البزار عن ابن عباس ان عقبة بن ابى معيط نادى يا معاشر قريش مالى إقتل من بينكم صبرا؟ فقال له النبى ﷺ بكفرك وافترائك على رسول الله ﷺ رواه العياض فى الشفاء [الشفاء ۲ / ۱۹۵، مجمع الزوائد ۶/ ۹۲]۔ اسناد ضعيف

ترجمہ: عقبہ بن معیط کو جب قتل کیا جانے لگا تو اس نے آواز لگائی۔ اے قریش! میرے صبر کے باوجود مجھے کیوں قتل کرر ہے ہو؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرے کفر کی وجہ سے اور اللہ کے رسول پر بہتان باندھنے کی وجہ سے۔

وذكر عبدالرزاق ان النبى ﷺ سبه رجل فقال من يكفينى عدوى؟ فقال الزبير انا، فبارزه فقتله الزبير رواه العياض فى الشفاء [الشفاء ۲/۱۹۵]۔

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے دشمن کو کون قتل کرے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں! حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جا کر اسے قتل کر دیا۔

وروی ایضا ان امراۃ کانت تسبہ ﷺ فقال من یکفینی عدوتی؟ فخرج الیھا خالد بن الولید فقتلھا رواہ العیاض فی الشفاء [الشفاء ۲/۱۹۵]۔

ترجمہ: ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری دشمن کو کون قتل کرے گا؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جا کر اسے قتل کر دیا۔

وروی ان رجلا کذب علی النبی ﷺ فبعث علیا والزبیر الیہ لیقتلاہ رواہ العیاض فی الشفاء [الشفاء ۲/۱۹۵]

ترجمہ: ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت زبیر کو اس کے پیچھے بھیجا تا کہ اسے قتل کریں۔

وروی ابن قانع ان رجلا جاء الی النبی ﷺ فقال یارسول اللہ سمعت ابی یقول فیک قولا قبیحا فقتلتہ فلم یشق ذلک علی النبی ﷺ رواہ العیاض فی الشفاء [الشفاء صفحہ ۲/۱۹۵]

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرا والد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا میں نے اسے قتل کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے قتل کا کوئی دکھ نہ ہوا۔

وعن ابن عباس ھجت امراۃ من خطمۃ النبی ﷺ فقال من لی بھا؟ فقال رجل من قومھا انا یارسول اللہ فنھض فقتلھا فاخبر النبی ﷺ

فقال لا ینتطح فیها عنزان رواه العیاض فی الشفاء [الشفاء ۲ / ۱۹۵، الکامل لابن عدی ۶/ ۲۱۵۶، تاریخ بغداد للخطیب ۱۳/ ۹۹] الحدیث حسن

ترجمہ: ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ شعر پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے کون قتل کرے گا؟ اسی عورت کی قوم کا ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور جا کر اسے قتل کر دیا۔ اس نے واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے مرنے پر کوئی افسوس نہیں ہوا۔

وعن بن عباس ان اعمی کانت له ام ولد تسب النبی ﷺ فیز جرها فلا تنزجر، فلما کانت ذات لیلة جعلت تقع فی النبی ﷺ وتشتمه فقتلها واعلم النبی ﷺ بذلك فاهدر دمها رواه ابو داود والنسائی [الشفاء ۲ / ۱۹۶، ابو داؤد حدیث رقم: ۴۳۶۱، نسائی حدیث رقم: ۴۰۷۰، مستدرك حاکم حدیث رقم: ۸۲۱۰، السنن الکبریٰ للبیهقی ۷ / ۶۰]۔ الحدیث صحیح

ترجمہ: ایک نابینا آدمی کی لونڈی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں بکتی تھی۔ وہ اسے منع کرتا تھا مگر وہ باز نہیں آتی تھی۔ ایک رات وہ یہی حرکت کر رہی تھی۔ اس نے اسے قتل کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خون رائیگاں جانے دیا اور قاتل کو کوئی سزا نہیں دی۔

صحابہ اور تابعین کے فیصلے

وبلغ المهاجر بن ابی امیة امیر الیمن لابی بکر رضی الله عنه ان

امراة هناك فی الردة غنت بسب النبی ﷺ فقطع یدها ونزع ثنیتها فبلغ ابابکر رضی الله عنه ذلك فقال له لو لا ما فعلت لا مرتك بقتلها لان حد الانبیاء لیس یشبه الحدود رواه العیاض فی الشفاء [الشفاء صفحة ۲/۱۹۵]

ترجمہ: ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کا گانا گایا۔ حضرت مہاجر بن امیہ نے اس کے ہاتھ کاٹ دیے اور دانت نکال دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر اسے یہ سزا نہ دی گئی ہوتی تو میں حکم دیتا کہ اسے قتل کر دو اس لیے کہ انبیاء کی گستاخی کی سزا عام سزاؤں کی طرح نہیں ہے۔

عن ابی برزة اتیت ابا بکر وقد اغلظ لرجل فرد علیه قال فقلت یا خلیفة رسول الله دعنی اضرب عنقه فقال اجلس فلیس ذلك لاحد الا رسول الله ﷺ رواه ابوداؤد والنسائی [مسند احمد حدیث رقم: ۵۵، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۳۶۳، سنن النسائی حدیث رقم: ۴۰۷۱ الی ۴۰۷۷، الشفاء ۲/۱۹۶، مستدرك حاكم حدیث رقم: ۸۲۱۱، ۸۲۱۲] الحدیث صحیح

ترجمہ: ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک مسلمان آدمی پر کسی وجہ سے ناراض ہوئے اور اسے ڈانٹا۔ اس آدمی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ میں نے عرض کیا: اے خلیفہ رسول رضی اللہ عنہ مجھے اجازت دیجیے میں اسے قتل کر دوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹھے رہو، قتل کی سزا صرف گستاخِ رسول کے لیے ہے۔

قال القاضی ابو محمد بن نصر ولم یخالف علیہ احد فاستدل الائمۃ بھذا الحدیث علی قتل من اغضب النبی ﷺ بکل ما اغضبہ و اذاہ او سبہ رواہ العیاض فی الشفاء [الشفاء ۲/۱۹۶]۔

ترجمہ: قاضی ابو محمد بن نصر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس کی مخالفت (گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی) کسی عالم نے نہیں کی۔ ائمہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غضب دلایا یا اذیت دی یا گالی دی وہ واجب القتل ہے۔

ومن ذلک کتاب عمر بن عبدالعزیز الی عاملہ بالکوفۃ وقد استشارہ فی قتل رجل سب عمر رضی اللہ عنہ فکتب الیہ عمر انہ لا یحل قتل امری مسلم بسب احد من الناس الا رجلا سب رسول اللہ ﷺ فمن سبہ فقد حل دمہ. وسال الرشید مالکا فی رجل شتم النبی اوذکر لہ ان فقہاء العراق افتوہ بجلدہ فغضب مالک و قال یا امیر المؤمنین ما بقاء الامۃ بعد شتم نبیھا؟ من شتم الانبیاء قتل ومن شتم اصحاب النبی ﷺ جلد، کذا فی الشفاء للعیاض [الشفاء، صفحہ ۲/۱۹۶]

ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے عامل نے کوفہ سے خط لکھ کر ان سے مسئلہ پوچھا کہ ایک آدمی آپ کو گالیاں دیتا ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ کے سوا لوگوں میں کسی بھی

آدمی کو گالی دینے والے کا قتل جائز نہیں۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دی اس کا خون جائز ہے۔ رشید نے امام مالک علیہ الرحمۃ سے گستاخِ رسول کے بارے میں مسئلہ پوچھا اور بتایا کہ عراق کے فقہاء نے اسے کوڑے مارنے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس پر امام مالک علیہ الرحمۃ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اے امیر المومنین! وہ امت کیسے باقی رہ سکتی ہے جس کے نبی کو گالیاں دی جائیں؟ انبیاء کے گستاخ کی سزا قتل ہے اور اصحابِ نبی علیہم الرضوان کے گستاخ کی سزا کوڑے ہیں۔

پوری امت کا اجماع اور اتفاق

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اجمع عوام اهل العلم علی ان من سب النبی ﷺ یقتل وممن قال ذلك مالك بن انس واللیث واحمد واسحاق وهو مذهب الشافعی قال القاضی ابو الفضل وهو مقتضی قول ابی بكر الصدیق رضی الله عنه ولا تقبل توبته عند هولاء وبمثله قال ابوحنیفة واصحابه والنوری واهل الكوفة والاوزاعی فی المسلمین لكنهم قالوا هی ردة یعنی عام اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دی اسے قتل کیا جائے یہ بات کہنے والوں میں امام مالک، لیث، امام احمد، اسحاق اور امام شافعی علیہم الرحمہ شامل ہیں۔ قاضی ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہی تقاضا ہے۔ ان سب کے نزدیک گستاخ کی توبہ قبول نہیں۔ اسی طرح کی بات امام ابوحنیفہ اور انکے اصحاب، نوری، اہلِ کوفہ اور اوزاعی علیہم الرحمۃ نے مسلمانوں کے بارے میں بھی فرمائی ہے فرق صرف یہ ہے کہ کافر پہلے

ہی کافر تھا جب کہ مسلمان گستاخی کے بعد مرتد ہو جاتا ہے۔ (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸۹)

درِمختار میں ہے کہ الکافر بسب النبی من الانبیاء فانه یقتل حدا ولا تقبل توبته مطلقا لانه حق عبد لایزول بالتوبة ومن شك فی عذابه و کفره کفر یعنی انبیاء میں سے کسی ایک کو بھی گالی دینے والے کی سزا قتل بطور حد کے ہے۔ اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اس لیے کہ یہ بندے کا حق ہے جو توبہ سے زائل نہیں ہوتا۔ جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ (الدر المختار علی ہامش الشامی جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

شامی میں ہے کہ اجمع المسلمون ان شاتمه کافر وحکمه القتل ومن شك فی عذابه و کفره کفر یعنی مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ گستاخِ رسول کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے، جس نے اس کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ (شامی ۳/۳۱۷)

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ گستاخِ رسول کی سزا قتل ہے اور اس کی توبہ مقبول نہیں، صریح الفاظ میں تاویل منظور نہیں اور نیت وقصد کا کوئی اعتبار نہیں۔

وما علینا الا البلاغ

خلافت راشدہ میں گستاخانِ رسول کا انجام

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن

دورِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت (11-13ھ) میں یمامہ میں دو گانے والیاں تھیں، ان میں سے ایک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی گلوچ کیا۔

فمن ذلك ما ذكره سيف بن عمر التميمى فى كتاب (الردة والفتوح) عن شيوخه قال: ورفع إلى المهاجر يعنى المهاجر بن ابى امية وكان أميرا على اليمامة ونوا حيها امراتان مغتيتان غنت إحداهما بشتم النبى ﷺ فقطع يدها ونزع ثنيتيها وغنت الأخرى بهجاء المسلمين فقطع يدها ونزع ثنيتيها فكتب إليه أبوبكر: بلغنى الذى سرت به فى المرأة التى تغنت وزمرت بشتم النبى ﷺ فلولا ما قد سبقتنى لأمرتك بقتلها لأن حد الأنبياء ليس يشبه الحدود فمن تعاطى ذلك من مسلم فهو مرتد أو معاهد فهو محارب غادر۔[1]

یمامہ کے حاکم مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس کے

---

1 الصارم المسلول، المسالة الأولى أن من سب النبى، ص200

سامنے کے دو دانت نکلوا دیئے، اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاکم یمامہ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے اس خاتون کو سزا دی ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف گیت گایا اور انہیں گالی گلوچ کیا، اگر آپ پہلے اسے یہ سزا نہ دے چکے ہوتے تو میں آپ کو اُس کے قتل کا حکم دیتا، خلیفۂ اوّل سے یہ الفاظ منقول ہیں:

فلولا ماقد سبقتنی لامرتك بتتلها فمن تعاطی ذالك من مسلم فهو مرتد اور معاهد فهو محارب غادر۔

ترجمہ: اگر آپ میرا فیصلہ آنے سے پہلے اس خاتون کو سزا نہ دیتے، تو میں آپ کو اسے قتل کرنے کا حکم دیتا، پس مسلمانوں میں سے جو اس برائی (سب وشتم رسول) کا مرتکب ہوتا ہے، وہ مرتد یعنی دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر ایسا شخص کسی معاہدے کے تحت امان یافتہ ہے، تب ایسا شخص حربی ہے اور مسلمانوں سے غداری کرنے والا ہے۔

أراد أبو برزة أن يقتل الرجل الذی أغلظ لأبی بكر و تغيظ عليه أبوبكر وقال له أبو برزة أقتله فقال أبوبكر: ما كانت لأحد بعد رسول الله ﷺ أن يقتل أحدا۔[1]

ابوبرزہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے خلیفہ اول (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کو بُرا بھلا کہا، تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں اسے قتل کر دوں؟ خلیفہ وقت نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اسے گالی گلوچ کرنے یا برا بھلا کہنے کی پاداش میں ایسے شخص کو موت کے گھاٹ اتار دے۔

---

[1] الصارم المسلول، المسالة الأولى أن من سب النبی، ص188

سنن ابوداؤد میں مروی اس حدیث سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دے یا برا بھلا کہے تو ایسا شخص واجب القتل ہے، کیونکہ اس علومرتبت کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے، تاہم کسی اور مسلمان، حتیٰ کہ مسلمانوں کے خلیفہ اول کو بھی کوئی شخص سب وشتم کرے یا برا بھلا کہے تو ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جاسکتی ہے، اس پر حد کی سزا نافذ نہیں کی جاتی، نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں سب وشتم کیا جائے یا آپ کے حیات ظاہری سے وصال کے بعد برا بھلا کہا جائے ایسے مسلم، معاہد، مامون اور ذمی کے لیے سزا، موت ہے۔

دورِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

خلیفہ اول کی طرح خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے کہا کہ اگر کوئی مسلمان یا معاہد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی گلوچ کرے، انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی ایک پر سب وشتم کرے یا اللہ سبحان وتعالیٰ کو برا بھلا کہے، تو ایسا شخص کسی قسم کی رعایت کا مستحق نہیں ہے، بلکہ اس کی ایک ہی سزا ہے اور وہ سزائے قتل یعنی موت۔

عن مجاهد قال: أتى عمر برجل سب النبي ﷺ فقتله ثم قال عمر: من سب الله أو سب أحدا من الأنبياء فاقتلوه۔[1]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور روایت کے مطابق اگر کوئی مسلمان اللہ جل شانہ کو گالی دیتا ہے یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو گالی دے، تو وہ حضور نبی کریم،

---

[1] الصارم المسلول، المسالة الأولى أن من سب النبي، ص201

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلاتا ہے اور اس کا یہ عمل ''ردّت'' (Appostacy) کہلاتا ہے، اگر کوئی معاہد ایسے جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اپنا معاہدہ توڑ دیتا ہے، اس لیے ایسے افراد کی سزا قتل ہے۔

مجاهد عن ابن عباس قال: أيما مسلم سب الله أو سب أحدا من الأنبياء فقد كذب برسول الله ﷺ وهى ردة يستتاب فإن رجع وإلا قتل وأيما معاهد عاند فسب الله أو سب احدا من الأنبياء أو جهر به فقد نقض العهد فاقتلوه۔[1]

حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا اور فرمایا: ''مَنْ سَبَّ اللہ أو سَبَّ احدا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوْہُ'' کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو گالی دے یا انبیاء کرام میں سے کسی نبی کو گالی دے تو اسے قتل کر دو۔

وعن أبي مشجعه بن ربعيع قال: لما قدم عمر بن الخطاب الشام قام قسطنطين بطريق الشام وذكر معاهدة عمر له و شروطه عليهم قال: اكتب بذلك كتابا قال عمر: نعم فبينما هو يكتب الكتاب إذ ذكر عمر فقال: إني استثنى عليك معرة الجيش مرتين قال: لك ثنتان وقبح الله من أقالك فلما فرغ عمر من الكتاب قال له: يا أمير المؤمنين قم فى الناس فأخبرهم نالذى جعلت لى و فرضت على

---

[1] الصارم المسلول، المسالة الأولى أن من سب النبي، ص 201

ليتناهوا عن ظلمي فقال عمر: نعم فقام في الناس فحمد الله وأثنى عليه فقال: الحمد لله أحمده وأستعينه من يهد الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له فقال النبطي: إن الله لا يضل أحدا فقال عمر: ما يقول؟ قال: لا شيء وعاد انبطي لمقالته فقال: أخبروني ما يقول قالوا: يزعم أن الله لا يضل أحدا قال عمر: إنا لم نعطك الذي أعطيناك لتدخل علينا في ديننا والذي نفسي بيده لئن عدت لأضربن الذي فيه عيناك وعاد عمر ولم يعد النبطي فلما فرغ عمر أخذ النبطي الكتاب۔[1]

ابومشجعہ بن ربیع بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے تو وہ راستے میں قسطنطنیہ (استنبول) میں رُکے اور شام کے مسیحیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ معاہدہ تحریر کر چکے تو وہاں کے حاکم نے کہا کہ آپ اس معاہدے کا اعلان عام کر دیجیے تا کہ لوگ مجھ پر ظلم وزیادتی کرنے سے باز رہیں۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معاہدہ کا اعلان کر رہے تھے تو اس دوران میں آپ نے پڑھا ''مَنْ یُضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ'' کہ جس کو اللہ گمراہ کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی ہدایت نہیں ہے، اس پر نبطی قوم کے ایک شخص نے کہا: ''ان الله لا يضل احدا'' (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تو نے کیا کہا؟ اس نے جواب دیا کچھ نہیں اور نبطی نے اپنی بات کو دہرایا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہاں موجود لوگوں سے پوچھا کہ اس

[1] الصارم المسلول، المسألة الأولى أن من سب النبي، ص201-202

نے کیا کہا؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إنا لم نعطك الذی أعطيناك لتدخل علينا فی ديننا والذی نفسی بيده لئن عدت لأضربن الذی فيه عيناك۔

ترجمہ: ہم نے جو کچھ تجھے عطاء کیا ہے وہ اس لیے نہیں دیا کہ تو ہمارے دین میں ہماری مخالفت کرے، مجھے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم نے یہ بات دہرائی تو میں ضرور تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔

اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنا، درحقیقت پیغام رسالت کو جھٹلانا ہے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے لیے سزائے موت مقرر کی، کیونکہ قضاء وقدر کا انکار درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے کے مترادف ہے۔

دو افراد کا مقدمہ

عتبة بن ضمرة حدثنی أبی: أن رجلين اختصما إلى النبی ﷺ فقضى للمحق على المبطل فقال المقضی عليه: لا أرضى فقال صاحبه: فما تريد؟ قال: أن نذهب إلى أبی بكر الصديق فذهبا إليه فقال الذی قضى له: قد اختصمنا إلى النّبی ﷺ فقضى لی عليه فقال أبوبكر: أنتما على ماقضى به النّبی ﷺ فأبى صاحبه أن يرضى وقال: نأتی عمر بن الخطاب فأتياه فقال لامقضی له: قد اختصمنا إلى النّبی ﷺ فقضى لی عليه فأبى أن يرضى ثم أتينا أبابكر الصديق فقال: أنتما على ماقضى به

النّبی ﷺ فأبی أن یرضی ثم أتینا أبابکر الصدیق فقال: أنتما علی ماضی به النّبی ﷺ فأبی أن یرضی فسأله عمر فقال کذلك فدخل عمر منزله فخرج والسیف فی یده قدسله فضرب به رأس الذی أبی أن یرضی فقتله فأنزل الله تبارك و تعالی: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔[1]

حضرت مکحول بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی مسلمان اور منافق کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے منافق کے خلاف فیصلہ فرما دیا، پھر وہ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف چلے گئے، انہوں نے کہا: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کو نہیں مانتا، میں اس کے درمیان فیصلہ نہیں کر سکتا، پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے واپس آنے تک تم یہیں ٹھہرنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے تلوار سونت کر آئے اور منافق کو قتل کر دیا اور کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا، اس کے لیے میں اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں، پھر اللہ نے یہ آیت نازل کر دی، فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ۔[2]

ترجمہ: تیرے رب کی قسم! یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک تجھے اپنے جھگڑوں میں قاضی تسلیم نہ کر لیں۔

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق پڑ گیا۔

---

[1] الصارم المسلول، المسالة الأولی أن من سب النبی، ص38

[2] پارہ:5، سورۃ النساء، آیت نمبر:65

اس واقعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس امر پر پختہ عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بالکل صحیح درست فیصلہ فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلہ صادر کرنے کے بعد کسی اور شخص کی طرف رجوع کرنا نہ صرف حکم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نفی ہے بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلے کو جھٹلانا اور تسلیم نہ کرنا درحقیقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کرنا ہے، اس لیے ایسا فرد واجب القتل ہے اور قتل سے کمتر اس کی کوئی اور سزا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔

عن ابن عمر قال: مر به راهب فقيل له: هذا يسب النبی ﷺ فقال ابن عمر: لو سمعته لقتلته إنا لم نعطهم الذمة على أن يسبوا نبينا ﷺ۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک واقعہ مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک پادری کا ان کے سامنے سے گزر ہوا، انہیں بتایا گیا کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دیتا ہے اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو سمعته لقتلته، إنا لم نعطهم الذة على أن يسبوا نبينا۔

ترجمہ: اگر اسے گالی دیتا ہوا سنتا تو میں اسے ضرور قتل کر دیتا، ہم نے انہیں ضمان اس لیے نہیں دی کہ وہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دیں۔

اور ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس پادری پر تلوار کھینچ لی کہ اگر وہ اقرار کرے تو اسے قتل کر دوں، جب راہب نے ایسا کہنے سے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ

---

1 الصارم المسلول، المسالة الأولى أن من سب النبی، ص203

اگر میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دیتے ہوئے سنتا تو میں ضرور اسے قتل کر دیتا۔

عن هشام بن عروة عن أبيه فقال: حرق خالد بن الوليد ناسا من أهل الردة. فقال عمر لأبي بكر: أتدع هذا الذى يعذب بعذاب الله؟ فقال أبو بكر: لا أشيم سيفا سله الله على المشركين۔[1]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کچھ مرتدوں کو آگ میں جلا دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ نے خالد کو کھلا چھوڑ دیا، آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: میں اللہ کی تلوار کو نیام میں نہیں ڈال سکتا۔

اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان کرنا، ختم نبوت کا انکار کرنا، قرآن حکیم کی بے حرمتی کرنا نیز بیت اللہ اور روضہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر نہ کرنا اور اسلامی احکام کا انکار کرنا یہ سب امور گستاخی رسول میں شامل ہیں، مزید برآں جس طرح یہ امور حیاتِ رسول میں گستاخی رسول مین داخل تھے، اسی طرح یہ امور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی گستاخی رسول کا موجب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو تبرکات محفوظ ہیں اور صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہیں کہ وہ تبرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین مبارک وغیرہ، ان کا بھی پورا پورا احترام ویسے ہی کیا جائے گا، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک تعلیمات کا احترام کیا جاتا ہے، اور ان کی اہانت کرنے والے کی بھی وہی سزا ہوگی جو ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام نہ کرنے والے کو دی جاتی ہے۔

---

[1] مصنف عبد الرزاق، کتاب الجهاد، باب القتل بالنار، حدیث: 9412، ج5، ص212

مسلم ریاستوں، ریاستوں کے سربراہوں، مسلمانوں کے قائدین، علمائے کرام، محققین اور دانشوروں کی یہ اجتماعی اور مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے وسائل بروئے کار لائیں جن کی موجودگی میں اہانتِ رسول، قرآن حکیم کی بے حرمتی اور اسلامی مقدمات و شعائر پر بڑھتے ہوئے منفی رجحانات کا استیصال کیا جاسکے، نیز عام مسلمانوں میں اسلامی امور کے احترام کا شعور پیدا کرنے کی بھی اشد ضرورت ہے، جس کے لیے محراب ومنبر، خانقاہیں، میڈیا اور مسلم دانشور اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

طحطاوی کے باب ''استتابة المرتد'' میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک اہم فیصلہ درج ہے آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوفہ کے چیف جسٹس تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیروانِ مسیلمہ کذاب کو ارتداد کے جرم میں گرفتار کر کے پیش کیا گیا، جنہوں نے توبہ کرتے ہوئے معافی کی درخواست کی، ان میں سے ایک شخص عبداللہ بن النواحہ کو آپ نے باوجود توبہ کے سزائے موت دی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ ایک ہی جرم کی دو مختلف سزاؤں کا کیا جواز ہے؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن النواحہ وہ آدمی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حجر بن وثال کے ساتھ مسیلمہ کا سفیر بن کر آیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں؟ ان دونوں نے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے؟ (یقیناً صریحاً یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی تھی) جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر سفارت کاروں کا قتل جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا، اب چونکہ ابن النواحہ گرفتار ہو کر آیا ہے اس لیے اس کو یہ سزائے موت دی گئی ہے۔[1]

---

1 طحطاوی شریف، باب استتابة المرتد

صحابہ کرام اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار کے بعد اگرچہ عرب حکمرانوں کا طرزِ بود و باش سلاطین عجم کی طرح غیر اسلامی ہوتا جا رہا تھا لیکن ملک کا قانون عام شریعت ہی کے تابع تھا۔

ایوب بن یحییٰ (جو عبدالملک کے دورِ حکومت میں حاکم عدن مقرر ہوئے تھے) جب عدن پہنچے تو ان کے سامنے ایک نصرانی کو لایا گیا، جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی، ایوب نے اس کے بارے میں عبدالرحمٰن صنعانی سے مشورہ کیا جنہوں نے اس جرم کی پاداش میں اس کے قتل کا فتویٰ دیا تو اسے قتل کر دیا گیا، عبدالرحمٰن صنعانی وہ بزرگ ہیں، جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اکتسابِ علم کیا اور ان کے تربیت یافتہ ہیں، پھر ایوب نے اس بارے میں عبدالملک کو اس کی اطلاع دی جس نے جواب میں کہا کہ تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے۔

امام ابن حزم نے اپنی معرکتہ الآء تصنیف ''الحلبی'' میں ابن عبدالملک سے متعلق شاتمِ رسول کے بارے میں ایک اور واقعہ کا ذکر علی بن المدینی کے حوالہ سے اس طرح کیا ہے: ''علی بن المدینی ایک مرتبہ خلیفہ ابن عبدالملک کے پاس آئے تو اس نے ان سے پوچھا: کیا تمہیں کوئی ایسی حدیث معلوم ہے جو شاتم رسول کے بارے میں مستند ہو؟ علی نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے عبدالرزاق بن ہمام ''صاحب المصنف'' کی وہ حدیث سنائی جس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر شاتم رسول کو قتل کیا تھا، جس پر خلیفہ نے علی بن المدینی کو خوش ہو کر ایک ہزار دینار بطورِ انعام دیئے۔[1]

---

[1] علی بن احمد بن حزم ابو محمد القرطبی (المتوفی: 456) المحلی بالاثار، مسألة سب نبیا أو رسولاً... الخ، ج12، دار الفکر، بیروت، لبنان، ص 437

گستاخِ رسول کی شرعی سزا

غزالی زماں سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب وسنت، اجماعِ امت اور تصریحاتِ آئمہ دین کے مطابق گستاخ رسول کی سزا صرف قتل ہے۔ رسول کی صریح مخالفت توہینِ رسول ہے۔ قرآن مجید نے اس جرم کی سزا قتل بیان کی ہے۔ اسی بنا پر کافروں سے قتال کا حکم دیا گیا۔[1]

☆ قرآن مجید میں ہے: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ (یعنی کافروں کو قتل کرنے کا حکم) یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ صریح مخالفت کر کے ان کی توہین کا ارتکاب کیا۔[2]

☆ توہینِ رسول کے کفر ہونے پر بکثرت آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں مثلاً وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ[3] ترجمہ: ''اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرماؤ: کیا اللہ اور اُس کی آیتوں اور اُس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ (کنز الایمان)

---

۱ سورۃ الانفال: ۱۳

۲ مدارک التنزیل، ج: ۲، ص: ۴۷/ تفسیر خازن، ج: ۲، ص: ۱۷۴

۳ سورۃ التوبہ: ۶۵-۶۶

☆ مسلمان کہلانے کے بعد کفر کرنے والا مرتد ہوتا ہے اور از روئے قرآن مرتد کی سزا صرف قتل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ[1] ترجمہ: ''اے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرما دیجیے، عنقریب تم سخت جنگ کرنے والوں کی طرف بلائے جاؤ گے۔ تم ان سے قتال کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔''

یہ آیت مرتدینِ اہل یمامہ کے حق میں بطور اخبار بالغیب نازل ہوئی۔ اگرچہ بعض علماء نے اس مقام پر فارس و روم وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے لیکن حضرت رافع بن خدیج کی حسب ذیل روایت نے اس کو مرتدین بنی حنیفہ (اہل یمامہ) کے حق میں متعین کر دیا۔ عن رافع بن خديج انا كنا فقراء هذه الاية فيما مضى ولانعلم من هم حتى دعا ابوبكر الى قتال بنى حنيفة فعلمنا انهم اريدوا بها[2] ترجمہ: ''حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ہم اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (مرتدین) بنی حنیفہ (اہل یمامہ) کے قتال کی طرف مسلمانوں کو بلایا۔ اس وقت ہم سمجھے کہ اس آیت کریمہ میں یہ مرتدین ہی مراد ہیں۔''

ثابت ہوا کہ اگر مرتد اسلام نہ لائے تو از روئے قرآن اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں۔

☆ قتلِ مرتد کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ اختصار کے پیشِ نظر صرف

---

1. الفتح: ۱۶

2. روح المعانی، جز: ۲۶، ص: ۹۳ / البحر المحیط، ج: ۸، ص: ۱۳۳

ایک حدیث پیش کی جاتی ہے اتی علی بزنادقة فاحرقھم (وفی روایة ابی داؤد) ان علیا احرق ناسا ارتدوا عن الاسلام فبلغ ذلك ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقھم لنھی رسول اللهﷺ لا تعذبوا بعذاب الله ولقتلتھم لقول رسول اللهﷺ من بدل دینه فاقتلوہ[1] ترجمہ: ''حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے پاس (مرتد ہو جانے والے) زندیق لوگ لائے گئے تو آپ نے انہیں جلا دیا۔ اس کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر (آپ کی جگہ) میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو اور میں انہیں قتل کرا دیتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو (مسلمان) اپنے دین سے پھر جائے اسے قتل کر دو۔''

قتل مرتد کے بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طرزِ عمل

☆ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی جس شدت سے مرتدین کو قتل کیا محتاج بیان نہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے مرتد کو زندہ دیکھنا ناقابلِ برداشت تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یمن کے دو مختلف حصوں پر حاکم تھے۔ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے آئے۔ ایک بندھے ہوئے شخص کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: كان یھودیا فاسلم ثم تھود قال اجلس قال لا اجلس حتی یقتل قضاء الله ورسوله ثلاث مرات فامر به فقتل[2]

---

1 صحیح بخاری، ج:۲، ص ۱۰۱۲ / سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۱۳۸

2 صحیح بخاری، ج:۲، ص ۱۰۲۳ / سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۱۳۸

ترجمہ: ''یہ یہودی تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد پھر یہودی (ہوکر مرتد) ہو گیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ انہوں نے تین بار فرمایا: جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے، میں نہیں بیٹھوں گا۔ (قتل مرتد) اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے اسی وقت قتل کر دیا گیا۔''

گستاخِ رسول کا قتل

☆ غلافِ کعبہ سے لپٹے ہوئے توہینِ رسول کے مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے، کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! (آپ کی شان میں توہین کرنے والا) ابنِ خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا (اقتلوہ) اسے قتل کردو۔''[1]

یہ عبداللہ ابن خطل مرتد تھا۔ ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں توہین و تنقیص کیا کرتا تھا۔ اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلافِ کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔[2]

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لیے حرمِ مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے حلال قرار

---

1 صحیح بخاری، ج:۱،ص ۲۴۹

2 فتح الباری، ج:۸،ص: ۱۳

دے دیا گیا تھا لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقامِ ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخِ رسول باقی مرتدین سے بدر جہا بدتر و بدحال ہیں۔

اجماعِ امت

(۱) قال محمد بن سخنون اجمع العلماء ان شاتم النبی ﷺ المتنقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله له وحكمه عند الامة القتل ومن شك فی کفره وعذابه کفر[۱] ترجمہ: ''محمد بن سخنون نے فرمایا: علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے والا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے، جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، کافر ہے۔''

(۲) وقال ابو سليمان الخطابی لا اعلم احدا من المسلمين اختلف فی وجوب قتله اذا كان مسلماً[۲] ترجمہ: ''امام ابو سلیمان الخطابی نے فرمایا: جب مسلمان کہلانے والا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب (گستاخی) کا مرتکب ہو تو میرے علم میں ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔''

(۳) واجمعت الامة على قتل متنقصه من المسلمين وسابه[۳] ترجمہ: ''اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں سب (گستاخی) اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔''

---

۱ الشفاء، ج:۲،ص:۱۹۰

۲ الصارم المسلول،ص:۷ / الشفاء، ج:۲،ص۱۹۰

۳ الشفاء، ج:۲،ص:۱۸۶

(۴) قال ابوبکر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم علی ان من سب النبی ﷺ یقتل قال ذلك مالك بن انس واللیث واحمد واسحاق وهو مذهب الشافعی قال القاضی ابو الفضل وهو مقتضی قول ابی بکر الصدیق ولا تقبل توبته عند هؤلاء وبمثله قال ابوحنیفة واصحابه والثوری واهل الکوفة والاوزاعی فی المسلمین لکنهم قالوا هی ردة[1]

ترجمہ: ''امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا: علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب (گستاخی) کرے، قتل کیا جائے۔ ان ہی میں سے مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق (رحمہم اللہ) ہیں اور یہی شافعی کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی مقتضی ہے۔ (پھر فرماتے ہیں) اور ان ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں، امام ثوری، کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ رِدّت[2] ہے۔''

(۵) ان جمیع من سب النبی ﷺ او عابه او الحق به نقصاً فی نفسه اونسبه او دینه او خصلة من خصاله او عرض به او شبهه بشی علی طریق السب له او لازراء علیه او التصغیر بشانه او الغض منه والعیب له فهو ساب له و الحکم فیه حکم الساب یقتل کما نبینه ولا نستثنی فصلاً من فصول هذا الباب علی هذا المقصد ولا نمتری فیه تصریحاً کان او تلویحاً...... وهذا کله اجماع من العلماء وائمة

---

[1] الشفاء، ج:۲، ص:۱۸۹

[2] رِدّت (ع) مرتد ہوجانے کا عمل

الفتویٰ من لدن الصحابہ رضوان اللہ علیہم الی ھلم جرا[1] ترجمہ: ''بے شک ہر وہ شخص جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب، دین یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعنہ زنی کی یا جس نے بطریق سب (گستاخی) اہانت یا تحقیر شان مبارک یا ذاتِ مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی چیز سے تشبیہ دی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صراحۃً گالی دینے والا ہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثناء نہیں کرتے۔ نہ ہم اس میں کوئی شک کرتے ہیں۔ خواہ صراحۃً توہین ہو یا اشارۃً کنایۃً...... اور یہ سب علماء امت اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔''

(۶) والحاصل انہ لا شک ولا شبھۃ فی کفر شاتم النبی ﷺ وفی استباحۃ قتلہ وھو المنقول عن الائمۃ الاربعۃ[2] ترجمہ: ''خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

چاروں ائمہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔''

(۷) کل من ابغض رسول اللہ ﷺ بقلبہ کان مرتداً فالساب بطریق اولی ثم یقتل حداً عندنا[3] ترجمہ: ''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے دل میں

---

۱ الشفاء، ج:۲، ص:۱۸۸

۲ فتاویٰ شامی، ج:۳، ص:۳۲۱

۳ فتح القدیر، ج:۵، ص:۳۳۲

بغض رکھے وہ مرتد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے والا تو بطریق اولیٰ مستحق گردن زدنی ہے۔ پھر (مخفی نہ رہے کہ) یہ قتل ہمارے نزدیک بطور حد ہوگا۔"[1]

(۸) ایما رجل مسلم سب رسول اللہ ﷺ او کذبہ او عابہ او تنقیصہ فقد کفر باللہ وبانت منہ زوجتہ[2] ترجمہ: "جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب (گستاخی) کرے یا تکذیب کرے یا عیب لگائے یا آپ کی تنقیص شان کا (کسی اور طرح سے) مرتکب ہو، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔"

(۹) اذا عاب الرجل النبی ﷺ فی شی کان کافرا و کذا قال بعض العلماء لو قال لشعر النبی ﷺ شعیر فقد کفر و عن ابی حفص الکبیر من عاب النبی ﷺ بشعرۃ من شعراتہ الکریمۃ فقد کفر و ذکر فی الاصل ان شتم النبی کفر[2] ترجمہ: "کسی شے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیب لگانے والا کافر ہے اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا، اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک کو "شعر" کے بجائے (بصیغۂ تصغیر "شعیر" کہہ دے) تو وہ کافر ہو جائے گا۔ امام ابوحفص الکبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ایک بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام محمد نے "مبسوط" میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینا کفر ہے۔"

---

۱ فتاویٰ شامی، ج:۳،ص:۳۱۹

۲ فتاویٰ قاضی خان، ج:۴،ص ۴۶۸

(۱۰) ولا خلاف بین المسلمین ان من قصد النبی ﷺ بذلك فهو ممن ینتحل الاسلام انه مرتد یستحق القتل[1] ترجمہ: ''کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہانت وایذا رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے، وہ مرتد مستحقِ قتل ہے۔''

چند اہم امور کی وضاحت

یہاں تک ہمارے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کتاب وسنت، اجماع امت اور اقوال علمائے دین کے مطابق گستاخِ رسول کی سزا یہی ہے کہ وہ حداً قتل کیا جائے۔ اس کے بعد حسب ذیل امور کی وضاحت بھی ضروری ہے:

(۱) بارگاہِ نبوت کی توہین وتنقیص کو موجب حد جرم قرار دینے کے لیے یہ شرط صحیح نہیں کہ گستاخی کرنے والے نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے گستاخی کی ہو۔ یہ شرط ہر گستاخ نبوت کے تحفظ کے مترادف ہوگی اور توہین رسالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر گستاخِ نبوت اپنے جرم کی سزا سے بچنے کے لیے یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا میری غرض نہ تھی۔ علاوہ ازیں یہ شرط کتاب اللہ کے بھی منافی ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت ہم لکھ چکے ہیں کہ توہین کرنے والے منافقوں کا یہ عذر کہ ''ہم تو آپس میں صرف دل لگی کرتے تھے، ہماری غرض توہین نہ تھی اور نہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل کرنا ہمارا مقصد تھا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عذر کو مسترد کر دیا اور واضح طور پر فرمایا: لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ[2] ترجمہ: ''بہانے نہ بناؤ، ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔''

---

[1] الاحکام القرآن للجصاص، ج: ۳، ص ۱۰۶

[2] سورۃ التوبہ: ۶۶

(۲) صریح توہین میں نیت کا اعتبار نہیں۔ ''راعنا'' کہنے کی ممانعت کے بعد اگر کوئی صحابی نیت توہین کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ''راعنا'' کہتا تو وہ وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ کی قرآنی وعید کا مستحق قرار پاتا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نیت توہین کے بغیر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی ارقام فرماتے ہیں: المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حالہ[1] ترجمہ: ''توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے قصد ونیت اور اس کے قرائن وحال کو نہیں دیکھا جائے گا۔''

ورنہ توہین رسالت کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا لہٰذا ہر گستاخِ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔

(۳) یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور اسلام کی صرف ایک وجہ کا احتمال ہو تو فقہاء کا قول ہے کہ کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ اس کا ازالہ یہ ہے کہ فقہاء کا یہ قول اس تقدیر پر ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو، کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ قاضی عیاض نے لکھا: قال حبیب ابن الربیع لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل[2] ترجمہ: ''حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ لفظ صریح

---

[1] نسیم الریاض، ج:۴، ص:۳۸۹

[2] الشفاء، ج:۲، ص:۱۹۱

میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔''

کسی کلام کا توہین صریح ہونا عرف اور محاورے پر مبنی ہے۔ معذرت کے ساتھ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی کو ولد الحرام کہا جائے اور کہنے والا لفظ ''حرام'' کی تاویل کرے اور کہے کہ میں نے ''المسجد الحرام'' اور ''بیت الحرام'' کی طرح معظم و محترم کے معنی میں یہ لفظ بولا ہے تو اس کی یہ تاویل کسی ذی فہم کے نزدیک قابلِ قبول نہ ہوگی کیونکہ عرف و محاورے میں ''ولد الحرام'' کا لفظ گالی اور توہین ہی کے لیے بولا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ کلام جس سے عرف و محاورے میں توہین کے معانی مفہوم ہوتے ہوں، توہین ہی قرار پائے گا، خواہ اس میں ہزار تاویلیں ہی کیوں نہ کی جائیں۔ عرف اور محاورے کے خلاف تاویل معتبر نہ ہوگی۔

(۴) یہاں اس شبہ کو دور کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر توہین رسول کی سزا حداً قتل کرنا ہے تو کئی منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح توہین کی۔ بعض اوقات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہیں دی۔

ابن تیمیہ نے اس کی متعدد جوابات لکھی ہیں، جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(الف)...... اس وقت ان لوگوں پر حد قائم کرنا فسادِ عظیم کا موجب تھا۔ ان کے کلماتِ توہین پر صبر کر لینا اس فساد کی نسبت آسان تھا۔

(ب)...... منافقین اعلانیہ توہینِ رسالت نہ کرتے تھے بلکہ آپس میں چھپ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں توہین آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔

(ج)...... منافقین کے ارتکابِ توہین کے موقع پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے۔ گستاخانِ شانِ رسالت ابورافع یہودی اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیا تھا۔ اس حکم کی بناء پر صحابہ کرام کو علم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں توہین کرنے والا قتل کا مستحق ہے۔

(د)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جائز تھا کہ وہ اپنے گستاخ اور موذی کو اپنی حیات میں معاف فرما دیں لیکن امت کے لیے جائز نہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ کو معاف کر دے۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالائے کہ ''آپ معافی کو اختیار فرمائیں اور جاہلوں سے منہ پھیرلیں اور نیکی کا حکم دیں۔''[2]

میں عرض کروں گا کہ گستاخ رسول پر قتل کی حد جاری کرنا ایسی حد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا حق ہے۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے بھی سخت ترین اذیت کا موجب ہے۔ اس طرح اس حد کو پوری امت کا حق بھی کہا جا سکتا ہے لیکن بلا واسطہ نہیں بلکہ بواسطہ ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنا یہ حق کسی کو خود معاف فرما دیں۔ جیسا کہ بعض دیگر احکام شرع کے متعلق دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار عطا فرمایا۔ مثلاً:

☆ حضرات براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

1 الصارم المسلول، ص: ۲۲۲ تا ۲۳۳

2 سورۃ الاعراف: ۱۹۹

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو بکری کے ایک بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ولن تجزی عن احد بعدك[1] ترجمہ: ''کہ (یہ قربانی) تمہارے علاوہ کسی دوسرے پر ہرگز جائز نہیں۔''

☆ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حرم مکہ کی گھاس کاٹنے کو حرام قرار دیا تو حضرت عباس نے عرض کی: الا الاذخر یعنی ''اذخر'' گھاس کو حرمت کے اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''الا الاذخر'' یعنی اذخر کو حرمت کے حکم سے ہم نے مستثنیٰ فرما دیا۔[2]

اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں: ودر مذہب بعضے آن است کہ احکامِ مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر چہ خواہد و بر ہر کہ خواہد حلال وحرام گرداند وبعضے گویند با اجتہاد گفت۔ واول اصح اظہر است[3] ترجمہ: ''بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام شرعیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔ جس کے لیے جو کچھ چاہیں حلال اور حرام فرما دیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اجتہاد کے طور پر فرمایا تھا اور پہلا مذہب اَصح اور اَظہر ہے۔''

ان احادیث کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہوسکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان منافقین پر قتل کی حد جاری نہ فرمائیں، لیکن

---

1. صحیح بخاری، ج:۲، ص:۲۳۷
2. صحیح بخاری، ج:۱ص ۲۱۶
3. اشعۃ اللمعات، ج:۲، ص:۴۰۸ / مسک الختام، ج:۲، ص:۵۱۲

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو یہ اختیار نہیں۔

آخر میں عرض کروں گا کہ توہین رسالت کی حد اسی پر جاری ہو سکے گی جس کا یہ جرم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جائے۔ اس کے بغیر کسی کو اس جرم کا مرتکب قرار دے کر قتل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ تواتر بھی دلیل قطعی ہے۔ اگر کوئی شخص توہین کے کلماتِ صریحاً بول کر یا لکھ کر اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ کلمات میں نے بولے یا میں نے لکھے ہیں تو یقیناً وہ واجب القتل ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے اور کہتا پھرے کہ میری نیت توہین کی نہ تھی یا ان کلماتِ سے میری غرض یہ نہ تھی کہ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچاؤں۔ بہرحال وہ مستحق قتل ہے۔

علیٰ ہذا وہ لوگ جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہینِ صریح کی تاویل کر کے اس کے مرتکب کو کفر سے بچانا چاہیں بالکل اسی طرح قتل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین کرنے والا مستوجبِ حد ہے۔ شاتمِ رسول کے حق میں محمد بن سحنون کا قول ہم شفاء، قاضی عیاض اور الصارم المسلول سے نقل کر چکے ہیں کہ (وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ)[1]

---

[1] الشفاء، ج:۲، ص:۱۹۰/ الصارم المسلول، ص:۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یتیم، غریب، مسکین، بیچارہ وغیرہ کہنا کیسا؟

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ: از اکبر آباد چھوٹی گلی حکیموں کی معرفت ڈاکٹر محمد نفیس صاحب مرسلہ مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب الوری۔ ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اثنائے وعظ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ان کلمات کا اطلاق کیا کہ نعوذ باللہ آپ یتیم، غریب، بیچارے تھے اور جب چند اشخاص نے جا کر سمجھایا کہ غالباً آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے ہوں گے، مناسب ہے کہ آپ اظہار انکار فرما دیں، تو کہنے لگا کہ میں نے تو یہی کہا ہے، اللہ جل شانہ، تو قرآن عظیم میں وَوَجَدَكَ ضَآلًّا[1] فرما رہا ہے، بعدہٗ جب ایک نووارد مولوی صاحب نے ان سے دریافت کیا تو ان الفاظ کے کہنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ آپ سوچ بچار کر بات فرمایا کرتے تھے اس کو لوگوں نے غریب بیچارہ کر کے کہہ دیا، مولوی صاحب نے فرمایا غالباً ایسا ہی ہوگا مگر آپ یہ تو لکھ دیں یہ الفاظ موجبِ توہینِ شانِ رسالت اور موجبِ کفر ہیں اور اسی طرح

---

[1] القرآن الکریم، الضحیٰ: ۷

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا[1] ایسے موقع پر کہتا ہے بیشک تو اس لکھنے سے بھی منکر ہو گیا اور لیت ولعل میں ٹال دیا۔ آیا بلا توبہ اس کا وعظ سننا، مِلنا، جُلنا، سلام علیک کرنا، اس کے معاونین سے نکاح پڑھوانا اور اس کے معاونین کے پیچھے نمازِ عید پڑھنا اور ان سے ملنا جلنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا جزاکم اللہ (بیان فرما کر اجر پاؤ اللہ تعالیٰ تمھیں جزا عطا فرمائے۔ت)

الجواب

حضور اقدس قاسم النعم، مالک الارض ورقاب الامم، معطی منعم، قثم، قیم، ولی، والی، علی، عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معین کافی، حفظ وافی، شفیع شافی، عفو عافی، غفور جمیل، عزیز جلیل، وہاب کریم، غنی عظیم، خلیفہ مطلق حضرت رب، مالک الناس ودیان العرب، ولی الفضل، جلی الافضال، رفیع المثل، ممتنع الامثال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ وصحبہ شرف واعظم کے شان ارفع واعلیٰ میں الفاظ مذکورہ کا اطلاق ناجائز وحرام ہے۔

حضور اکرم کا تذکرہ کن ناموں کے ساتھ کیا جائے

"خزانہ الاکمل مقدسی" و "ردالمحتار" اواخر شتے میں ہے:

یجب ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باسماء معظمۃ فلا یجوز ان یقال انہ فقیر غریب مسکین۔[2]

"حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ باعظمت اسماء کے ساتھ کرنا لازم وفرض ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فقیر، غریب اور مسکین کہنا جائز نہیں۔(ت)

---

1 القرآن الکریم، الضحیٰ: ۷

2 ردالمحتار، مسائل شتی، داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۱

اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غنی کر دیا ہے

''زرقانی علی المواہب'' میں ہے:

قال تعالیٰ وَوَجَدَكَ عَآئِلاً فَأَغْنٰى نص علی انه اغناه بعد ذلك فزال عنه ذلك الوصف فلا یجوز وصفه به بعد۔[1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ''اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاجت مند پایا تو غنی کر دیا'' واضح طور پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا ہے۔

جس سے حاجت مندی والا وصف زائل ہو چکا ہے، لہٰذا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ وصف بیان کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (ت)

امام مالک علیہ الرحمہ کا فتویٰ

اسی میں ہے:

الیتیم من الیتم موت الاب قبل بلوغ الولد او من الانفراد کدرة یتیمة کما قیل فی قوله تعالیٰ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا ای واحدا فی قریش عدیم النظیر انتهی ومذهب مالك لا یجوز علیه هذا الاسم۔[2]

لفظِ یتیم، یتم سے ہے یعنی بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے باپ کا فوت ہونا، یا اس کا معنیٰ منفرد اور یکتا ہونا ہے جیسے کہا جاتا ہے دُرِ یتیم (یکتا موتی) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی ''کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا'' کے تحت مفسرین نے کہا ہے یعنی

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب

[2] شرح الزرقانی علی المواہب

قریش میں آپ کی مثال نہیں ملتی آپ یکتا ہیں انتہی، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ومذہب یہ ہے کہ اس نام (یتیم) کا اطلاق آپ پر جائز نہیں۔ (ت)

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فقیر مسکین کہنا جائز نہیں

"نسیم الریاض" جلد رابع ص ۴۵۰ میں ہے:

الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام لا یوصفون بالفقر ولا یجوز ان یقال لنبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقیر وقولهم عنه الفقر فخری لا اصل له کما تقدم۔[1]

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو فقر کے ساتھ متصف نہیں کیا جا سکتا، ہمارے نبی وآقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فقیر کہنا جائز نہیں، باقی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں جو منقول ہے "الفقر فخری" (فقر میرا فخر ہے) اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی کے صفحہ ۳۷۸ میں ہے:

قال الزرکشی کالسبکی لا یجوز ان یقال له صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقیرا و مسکین وهو اغنی الناس بالله تعالیٰ لاسیما بعد قوله تعالیٰ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى وقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اللهم احینی مسکینا اراد به المسکنة القلبیة بالخشوع والفقر فخری باطل لا اصل له کما قال الحافظ ابن حجر العسقلانی۔[2]

امام زرکشی نے امام سبکی کی طرح فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فقیر یا مسکین کہنا ہرگز جائز

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض الوجہ الخامس ان لایقصد، دارالفکر بیروت، ۴/۴۰۵

[2] نسیم الریاض شرح الشفاء، باب فی بیان ماھو الخ، دارالفکر بیروت، ۴/۳۳۶

نہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے بڑھ کر غنی بنایا ہے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بعد تو اس کی گنجائش ہی نہیں ''پایا اس نے آپ کو حاجت مند تو غنی کر دیا'' باقی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ''اے اللہ! مجھے حالتِ مسکینی میں زندہ رکھ'' سے قلبی خشوع و مسکنت مراد ہے اور یہ قول ''فقر میرا فخر ہے'' باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے۔ (ت)

''حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زُہد اختیاری نہ تھا'' کا عقیدہ رکھنے والے پر قتل کا فتویٰ جاری ہوا

''شفاء شریف'' امام اجل قاضی عیاض صدر باب اول قسم رابع میں ہے:

افتی فقهاء الاندلس بقتل ابن حاتم المتفقة الطليطلي وصلبه بما شهد عليه من استخفافه بحق النبی صلی الله تعالی عليه وسلم و تسميته اياه اثناء مناظرته باليتيم وختن حيدرة وزعمه ان زهده عليه الصلوٰة والسلام لم يكن قصدا ولو قدر على الطيبات اكلها الى اشباه لهذا ۔[1]

فقہاء اندلس نے ابن حاتم المتفقة الطليطلي کے قتل اور پھانسی لٹکانے کا فتوی دیا اس کے خلاف یہ شہادت ملی کہ اس نے دوران مناظرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کی بے ادبی کرتے ہوئے آپ کو یتیم اور حیدر کا سسر کہا، اور اس کا خیال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زہد اختیاری نہ تھا اگر آپ طیبات پر قادر ہوتے تو ضرور انہیں استعمال

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، الباب الاول فی بیان ماھوالخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی، ۲/ ۲۱۰

میں لاتے۔ اس کی مثل گستاخی کے دیگر اقوال۔ (ت)

''شرح علی قاری'' میں ہے:

یکفی امر واحد منہا فی تکفیرہ وقتلہ۔[1]

اس کی تکفیر اور قتل کے لیے ان مذکورہ اشیاء میں ایک ہی کافی ہے۔ (ت)

حضور پرنور کو اونٹ بان یا ابوطالب کا یتیم کہنے والا کافر ہے

نیز ''شفاء شریف'' میں ہے:

افتی ابو الحسن القابسی فیمن قال فی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الجمّال یتیم ابی طالب بالقتل لظہور استہانتہ بذٰلک۔[2]

امام ابوالحسن قابسی نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابوطالب کا یتیم اونٹوں والا کہے، کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں توہین ہے۔ (ت)

''شرح علی قاری'' میں ہے:

لعل الجمع بین الوصفین مطابق للواقع فی السوال والا فکل واحد منہما یکفی فی تکفیر صاحب المقال۔[3]

دو چیزوں (اونٹوں والا، ابوطالب کا یتیم) کو شاید سوال میں جمع ذکر کرنے کی وجہ سے اکٹھا کر دیا گیا ہے ورنہ ان دونوں میں سے ایک کا بھی قائل کافر ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الشفاء ملا علی قاری، الباب الاول فی بیان ماھوالخ، الحاج محرم آفندی، ۲/ ۳۹۸

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، الباب الاول فی بیان ما ہو فی قول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، مطبع شرکت صحافیہ ترکی، ۲/ ۲۰۹

[3] شرح الشفاء ملا علی قاری، الباب الاول فی بیان ماھو فی قول صلی اللہ علیہ وسلم، مطبع الحاج محرم آفندی، ۲/ ۳۹۶

ابوالعلاء المعری کا ایک کفری شعر

نیز ''شفاء شریف'' میں بیت معری ؎

کنت موسٰی وافته بنت شعیب غیران لیس فیکما من فقیر[1]

(آپ موسیٰ کی طرح ہیں جن کے پاس حضرت شعیب کی صاحبزادی آئی تھیں مگر بات صرف اتنی ہے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔ت)

پر ارشاد فرمایا: اٰخر البیت شدید و داخل فی باب الازراء، والتحقیر بالنبی علیه الصلٰوة والسلام و تفضیل حال غیرہ علیه۔[2]

دوسرے شعر کا مصرعہ ثانی نہایت نامناسب اور گستاخی کے باب میں داخل ہے کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں تحقیر و توہین ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دوسرے کو فضیلت دی گئی ہے۔ (ت)

''شرح علی قاری'' میں ہے:

ای عجزہ شدید فی القبح عند تدبرہ لان مضمونه التعییر لموسی علیه الصلٰوة والسلام بفقرہ۔[3]

یعنی اس شعر کے آخری مصرعہ میں اگر تدبر کیا جائے تو اس میں قباحت شدید ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فقیر کہہ کر عار دلائی گئی ہے جو کہ قباحت کا باعث ہے۔ (ت)

---

1 الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل الوجہ الخامس الخ، مطبع شرکت صحافیہ ترکی، ۲/ ۲۲۹

2 الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل الوجہ الخامس الخ، مطبع شرکت صحافیہ ترکی، ۲/ ۲۲۹

3 شرح الشفاء، ملا علی قاری، الحاج محرم آفندی، ۲/ ۴۴۲

نیز ''شفاء شریف'' میں اور اشعار بیباکان بدزبان جو اس سے ہلکے ہیں، ذکر کر کے فرمایا:

ھذہ کلھا وان لم تتضمن سبا ولا اضافة الی الملئکة والانبیاء علیھم الصلوٰة والسلام نقصا ولست اعنی عجزی بیتی المعری ولا قصد قائلھا ازراء وغضا فما وقر النبوة ولا عظم الرسالة ولاعزر حرمة المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔[1]

یہ تمام اشعار اگرچہ گستاخی اور فرشتوں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقص پر مشتمل نہیں، نہ ہی معری کے پورے کلام کو درست سمجھتا ہوں اور نہ ہی ان کے قائل نے بے ادبی اور طعن کا قصد کیا، تاہم ان اشعار میں نبوت کا وقار اور رسالت کی عظمت اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اعزاز نہیں ہے۔ (ت)

شرح علی قاری میں ہے:

(لست اعنی) بھذا النفی (عجزی بیتی المعری) فانه کفر واضح والحادلائح۔[2]

میں نہیں ہوں (اس نقص اور گستاخی کی) نفی میں معری کے شعروں کو درست قرار دینے والا کیونکہ یہ واضح کفر اور کھلا الحاد ہے۔ (ت)

حضور پرنور کو فقیر و یتیم کہنے پر کفر کا فتوی اور حدیث شریف ''اے اللہ! مجھے حالت مسکینی میں زندہ رکھ'' کا صحیح مطلب

امام ابن حجر مکی ''شرح ہمزیہ'' مبارکہ میں زیرِ قول ماتن امام محمد بوصیری قدس سرہٗ

---

1 الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ، فصل الوجہ الخامس الخ، مطبع شرکت صحافیہ ترکی، ۲/۲۳۰

2 شرح الشفاء، ملاعلی قاری، فعل الوجہ الخامس الخ، الحاج محرم آفندی، ۲/۴۴۵

وسع العالمین علما و حلما فھو بحر لم تعیہ الاعباء

مستقل دنیاك ان ینسب الامساك منھا الیہ والاعطاء[1]

(آپ علم و حلم میں تمام جہانوں سے برتر ہیں، وہ ایسا سمندر ہیں جسے کوئی عیب لگانے والا عیب نہیں لگا سکتا، آپ دنیا کو حقیر و ذلیل جانتے ہیں برابر ہے آپ کا غیر مستحق سے دنیا کو روکنا اور مستحق کو عطا کرنا۔ت)

فرماتے ہیں: فی السیف المسلول للتقی السبکی عن الشفاء واقرہ ان فقھاء الاندلس افتوا باراقۃ دم من وصفہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالفقر فی اثناء مناظرتہ بالیتیم ثم زعم ان زھدہ لم یکن قصدا ولو قدر علی الطیبات اکلھا وذکر البدر الزرکشی من بعض الفقھاء المتاخرین انہ کان یقول لم یکن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیرا من المال ولا حالہ حال الفقر بل کان اغنی الناس باللہ تعالٰی قد کفی امر دنیاہ فی نفسہ وعیالہ وکان یقول فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم احینی مسکینا ان المراد استکانۃ القلب لا السکنۃ التی ھی ان لا یجد ما یقع لوقعا س کفایتہ وکان یشدد النکیر علی من یعتقد خلاف ذٰلك اھ واما خبر الفقر فخری وبہ افتخر فموضوع وقد صح انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استعاذ من فتنۃ الفقر کما استعاذ من فتنۃ الغنی۔[2]

---

1 متن الھمزیہ شرح الفتوحات الاحمدیہ، المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر، ص ۴۶

2 شرح الھمزیہ للامام ابن حجر مکی دستیاب نہیں یہ عبارت مختصراً الفتوحات الاحمدیہ ص ۷۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مصر پر ملاحظہ ہو۔

امام تقی سبکی نے ''السیف المسلول'' میں ''الشفاء'' سے نقل کر کے اسے ثابت رکھا ہے کہ فقہاء اندلس نے اس شخص کے قتل کا فتویٰ جاری فرمایا جس نے دورانِ مناظرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقیر و یتیم کہا اور یہ عقیدہ رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زہد اختیاری نہ تھا اگر آپ اشیاء طیبہ پر قادر ہوتے تو انہیں استعمال میں لاتے۔ امام بدر زرکشی نے بعض متاخرین فقہاء سے نقل کیا کہ فرمایا کرتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی مال کے اعتبار سے فقیر نہیں اور نہ آپ کا حال، حالِ فقر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام لوگوں سے غنی بنایا ہے آپ اپنی ذات اور عیال میں دنیا کے کسی معاملہ میں ہرگز محتاج نہیں اور یہ بھی فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد گرامی ہے ''اے اللہ! مجھے حالت مسکینی میں زندہ رکھ'' سے دل کی عاجزی مراد ہے نہ کہ وہ غریبی و محتاجی جو فقر کا مترادف ہے یعنی وہ محتاج جو قوت لایموت نہ رکھتا ہو، اور جو اس کے خلاف ذہن و عقیدہ رکھتا اس پر سخت ناراض ہوتے، رہا معاملہ حدیث ''فقر میرا فخر ہے اور اس پر میں فخر کرتا ہوں'' کا، تو یہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ فقر کے فتنہ سے پناہ مانگا کرتے جیسے کہ مالداری کے فتنہ سے پناہ مانگتے۔ (ت)

حضور پرنور کی ذات مبارکہ پر یتیم اور اس قسم کے دیگر الفاظ کے اطلاق کے بارے میں فقہاء کے متضاد احکام میں نفیس تطبیق

ان الفاظ کے ناجائز اور حرام ہونے پر یہ عبارات متظافرہ ہیں اور فتوائے فقہائے اندلس و امام ابوالحسن قالبسی و تقریرات امام قاضی عیاض و امام تقی الملۃ والدین سبکی و ''توضیحاتِ علی قاری'' میں ان پر حکم تکفیر ہے۔

اقول وباللہ التوفیق، توفیق جامع وتحقیق لامع یہ ہے کہ ان اوصاف کا اطلاق بروجہ تقریر واثبات خواہ حکم قصدی میں ہو یا وصف عنوانی میں اگر قول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے طرز تنقیص ظاہر وثابت ہو یقیناً کفر ہے اور اگر ایسا نہیں اور قائل جاہل ہے اور اس سے صدور نادر ہوا اور وہ اس پر غیر مصر تو ہدایت وتنبیہ وزجر وتہدید کریں اور حاکمِ شرع اس کے مناسب حال تعزیر دے کہ وہ ضرور سزاوارِ سزا ہے، اور اگر قائل مدعی علم ہے یا ایسے کلمات کا عادی یا بعد تنبیہ بھی ان پر مصر تو مریض القلب، بددین، گمراہ، مستحقِ عذابِ شدید ہے، سلطانِ اسلام اسے قتل کرے گا اور زمین کو اس کی ہستی ناپاک سے پاک اور عام مسلمانوں کو اس کی صحبت ومجالست سے احتراز لازم اور اسے واعظ یا امامِ نماز بنانا، اس کا وعظ سننا اس کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع وحرام۔

وھذا ما قال الامام ابن حجر المکی و نقله فی النسیم مقرا علیه عند ذکر فتیا الامام ابی الحسن القابسی المذکورۃ الظاهر ان مذهبنا لایابی ذٰلك لما فی عبارته من الدلالة علی الازراء فان ذکر یتیم ابی طالب فقط لم یکن صریحا فی ذٰلك فیما یظهر نعم ان کان السیاق یدل علی الازراء کان کما لو جمع بین اللفظین اھ۔[1]

یہ وہ ہے جو امام ابن حجر مکی نے فرمایا، صاحب نسیم الریاض نے اسے امام ابوالحسن القالبسی کے فتوی مذکورہ کے ساتھ نقل کر کے اسے مؤید وثابت رکھا ظاہر یہی ہے کہ ہمارا مذہب اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ اس کی عبارت میں توہین پر دلالت ہے کیونکہ فقط یتیمِ ابوطالب کہنے میں ظاہراً وصراحۃً توہین نہیں ہے ہاں جب کلام کا پس منظر توہین پر دال

---

[1] نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض، الباب الاول، دار الفکر بیروت، ۴/ ۳۴۲

ہوگا تو یہ توہین بنے گا جیسا کہ اس صورت میں بنتا ہے جب دونوں (یتیم ابوطالب، اونٹوں والا) کو جمع کر دیا گیا ہو۔ اھ (ت)

کلمات بے ادبی کا حکایۃً دہرانا بھی ممنوع وحرام ہے اور مرتکبین کے درجہ بدرجہ احکام

کلماتِ بے ادبی کا معاذ اللہ خود کہنا درکنار، دوسرے کا کہا ہوا بے غرض رد وانکار، لوٹانے پر ''شفاء شریف'' میں فرمایا:

اما الاباحة لحكاية قوله لغير هذين المقصدين فلا ارى لها مدخلا فى هذا الباب فليس التفكه بعرض النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لاحد بمباح و ذكرها على وجه الحكايات و احاديث الناس و الخوض فى قيل و قال و ما لايعنى فكل هذا ممنوع و بعضه اشد فى المنع والعقوبة فما كان من الحاكى له على غير قصد او معرفة بمقدار ماحكاه اولم تكن عادته اولم يكن الكلام من البشاعة حيث هو ولم يظهر على حاكيه استحسانه و استصوابه زجر عن ذلك ونهى عن العودة اليه وان قوم ببعض الادب فهو مستوجب له وان كان لفظه من البشاعة حيث هو كان الادب اشد وان اتهم هذا الحاكى فيما حكاه انه اختلقه ونسبه الى غيره او كانت تلك عادة له او ظهر استحسانه لذلك فحكم هذا حكم الساب نفسه يؤاخذ بقوله ولا تنفعه نسبته الى غيره فيبادر بقتله ويعجل الى الهاوية امه۔[1] (ملخصاً)

---

[1] کتاب الشفاء، فصل الوجہ السادس، المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ترکی، ۲/۳۶-۲۳۵

مباح ہونے کا ایک پہلو یوں بھی ہوسکتا ہے کہ قائل اپنے مقولہ کو ان دو مقاصد کے علاوہ کسی اور انداز کے ساتھ بیان کرے میرے خیال کے مطابق اس طرح اس کا تعلق ان امور میں باقی نہ رہے گا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت سے کسی کو کھیلنا نہیں ہے ایسے کلمہ کا بطور حکایت یا لوگوں کی بات یا بطور بحث قیل وقال اور بے مقصد ذکر کرنا ممنوع ہے، بعض طرزِ بیان ممانعت اور عقوبت میں زیادہ شدید ہے تو حکایت کرنے والے نے بے قصد اور بے علمی میں حکایت کی یا اس کی ایسی عادت نہیں یا وہ بات کھلی بے ادبی نہیں بایں طور کہ وہ اس کو پسند اور درست نہیں مانتا، تو اس کو زجر کیا جائے گا اور آئندہ ایسا کرنے سے منع کیا جائے گا اور اگر بطورِ ادب اس کو کچھ سزا دی جائے تو وہ اس کا مستحق ہے اور اگر وہ الفاظ کھلی بے ادبی ہوں تو سزا سخت ہوگی، اور اگر حکایت کرنے والا اس سے متہم ہو کہ حکایت بیان کرتے ہوئے بناوٹ سے کام لیتا ہے، اور غیر کی طرف منسوب کرتے ہوئے حکایت بیان کرے یا اس کی عادت ایسی ہے یا وہ باتِ اس کے ہاں پسندیدہ ہو تو اس کا حکم وہی ہوگا جو سب کرنے کا حکم ہے، یہ اسی کی بات متصور ہوگی اور غیر کی طرف منسوب کرنا اس کو مواخذہ سے نہ بچا سکے گا لہٰذا فوراً قتل کیا جائے اور واصلِ جہنم کیا جائے۔ (ملخصاً) (ت)

ظاہر ہے کہ زید بے قید جس کے حال سے سوال ہے اگر قسم اول میں ہے تو ضرور اس پر حکمِ کفر ہے، سائل نے اس کا پورا کلام نقل نہ کیا جس کے سیاق وسباق سے حال کھلتا اور اگر اس قسم سے بچ بھی جائے تو قسم سوم سے ہونا یقینی کہ وہ مدعی علم بنتا وعظ کہتا ہے پھر مسلمانوں کے ہدایت کرنے پر بھی باز نہ آیا مصر رہا، یہ سب اس کے تین الفاظ سابقہ پر ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بیچارہ کہنا کیسا؟

رہا لفظ ''بیچارہ'' وہ اُن سب سے سخت تر، بیچارہ وہ کہ کسی بلا میں گرفتار اور بیکس، بے بس، بے یاور، بے یار ہو جو اس سے خلاص کا کوئی حیلہ نہ پائے، یہ ضرور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے رب عزوجل پر افتراء اور قرآن عظیم کی تکذیب اور کفار ملا عنہ کی تصدیق ہے جنہوں نے بکا تھا: ان محمدا ودعہ ربہ[1] محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا، جس پر سورۂ والضحیٰ شریف نازل ہوئی:

وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ﴿۴﴾[2]

اے پیارے تمہارے رُوئے درخشاں کی قسم، تمہاری زلفِ مشکیں کی قسم، نہ تمہیں تمہارے رب نے چھوڑا نہ بیزار ہوا، جو آن آگے آتی ہے تمہارے لیے گزشتہ آن سے بہتر ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کیا معاذ اللہ ان کو اس ناپاک لفظ سے تعبیر کیا جائے گا جن کا رب فرماتا ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ[3]

اگر تم کوئی ان کی مدد نہ کرو تو اللہ واحد قہار ان کا مددگار۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جن کے لیے ان کا مولیٰ عزوجل فرماتا ہے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ

---

1 جامع الترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ والضحیٰ، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۲/ ۱۷۰

2 القرآن الکریم الضحیٰ: ۱ تا ۴

3 القرآن الکریم، التوبہ: ۴۰

ظَهِيْرٌ ﴿۴﴾ [1]

بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتوں کی فوجیں ان کی مدد کو حاضر ہیں۔

کیا معاذ اللہ ان کو کہا جائے گا جو اس ظاہری تنہائی اور ایک جہان برسر عداوت و پرخاش ہونے کی حالت میں اپنے یار غار سے فرماتے تھے: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا [2] غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ ملعون کلمہ ان پہلوں سے بھی ملعون وخبیث تر ہے۔

''مرتکب توہین رسالت'' زید پر احکام

زید بے قید خود بھی جانتا تھا کہ یہ سب سے بدتر ہے، ولہٰذا ایک بار کہ بناوٹ پر آیا اسی کو سوچ بچار بنایا اور اس سے بھی ہزار درجہ ملعون تر اس کا وہ ناپاک نجس گندا خبیث قول ہے کہ میں نے تو یہی کہا ہے اللہ تعالیٰ یوں فرما رہا ہے، اس سے کھل گیا کہ وہ ضرور بددین گمراہ فاسد العقیدہ مختل الایمان بلکہ ظاہراً بالقصد مرتکب توہین حضور سید الانس و الجان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس کا وعظ سننا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس سے ملنا جلنا حرام، اسے سلام علیک کرنا حرام، اپنی تقریب میں اسے بلانا حرام، اپنا کوئی دینی کام اگرچہ صرف نکاح خوانی ہو اسے سپرد کرنا حرام۔

قال اللہ تعالی: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ

---

۱ القرآن الکریم، التحریم: ۴

۲ القرآن الکریم، التوبہ: ۴۰

الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴿۶۸﴾[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد نے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

اس حالت شر و ضلالت پر جو اس کے معاون ہیں سب اسی کی مثل ہیں اور ان سب کے یہی احکام۔

قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ۔[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔ (ت)

طھر اللہ الارض من خبثھم و خبث امثالھم (اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے خبث سے زمین کو پاک کر دے۔ ت) وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمین، وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔[3]

---

1 القرآن الکریم، الانعام: ۶۸

2 القرآن الکریم، ....

3 فتاوی رضویہ شریف، رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان، ج ۱۴، ص ۶۲۵ تا ۶۳۵ / انڈیا، ج ۱۱، ص ۱۶۰ تا ۱۶۵

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ حافظ خادم حسین رضوی

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا﴿۵۷﴾ (الاحزاب:۵۷)

ترجمہ: بیشک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے اُن کے لیے ذِلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضرات محترم! جب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ چھوڑنے اور ہجرت کرنے کا حکم آ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھ جانے کے لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ تین راتیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام غارِ ثور میں رہے اور وہ غار آج بھی محفوظ ہے۔ اس دوران ساری خدمات جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خاندان سرانجام دے رہا تھا۔ کھانا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر سے پہنچ رہا تھا، کھانا لے کر جانے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور مکہ مکرمہ کے حالات سے باخبر رکھنے کا فریضہ بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خاندان سرانجام دے رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ اول، خلیفہ بلافصل، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ خاص شرف بخشا۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لے کر روانہ ہوئے تو کفار کی جانب سے مکہ مکرمہ میں اعلان ہو گیا کہ جو کوئی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گرفتار کر کے لائے گا تو مکہ مکرمہ میں اس کو سو (۱۰۰) اونٹ بطور انعام دیے جائیں

گے۔ مولانا رُوم فرماتے ہیں:

ہر کہ را رُوئے بہبود نبود

دیدنِ اُو رُوئے نبی سود نبود

کہ جس کی فطرت میں ہدایت نہ ہو، اس نے نبی کو دیکھ بھی لیا تو کیا فائدہ ہوا؟

ادھر مکہ مکرمہ میں کفار امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گرفتاری کے لیے سو اونٹ مقرر کر رہے ہیں تا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گرفتار کیا جائے۔ سارے کفار دوڑے اور ان میں سراقہ بن مالک بھی ہیں جبکہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آگے، کبھی پیچھے، کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ دُور سے آپ کو ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا تو آپ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کفار تو آ گئے، اب کیا بنے گا؟ میرے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: چلیں، آپ چلتے رہیں۔ انعام کی لالچ میں تعاقب کرنے والا شخص قریب آیا تو وہ سراقہ بن مالک تھا۔

میرے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زمین کو حکم دیا تو سراقہ بن مالک کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ بن مالک نے بڑی کوشش کی، اس کو ایڑیاں ماریں لیکن زمین نے نہ چھوڑا۔ اب سراقہ بن مالک عرض گزار ہوا کہ جناب آپ مجھے زمین سے چھڑا دیں تو میں آپ کا تعاقب نہیں کروں گا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین کو حکم دیا تو اُس نے اسے چھوڑ دیا اور یوں سراقہ بن مالک کا گھوڑا باہر آ گیا۔

لیکن سو اونٹ والی لالچ ابھی ذہن میں باقی تھی۔ اس نے پھر دوبارہ یہی حرکت کی تو ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ زمین کو حکم دیا۔ زمین نے پھر پکڑ لیا۔ یہ باتیں میں اشارہ کنایہ سے کر رہا ہوں وگرنہ اس جگہ طویل گفتگو کی جا سکتی ہے۔

بالخصوص ان لوگوں کے بارے میں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیارات کے بارے میں بے ہودہ باتیں کرتے ہیں۔

تیسری بار جب سراقہ بن مالک نے یہی حرکت کی تو میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تو کسریٰ کے سونے کے کنگن تیرے ہاتھوں میں دیکھ رہا ہوں۔

سراقہ بن مالک نے عرض کی کیا آپ کسریٰ بن ھرمز بادشاہ کی بات کر رہے ہیں؟ آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں، میں کسریٰ بن ھرمز کی بات کر رہا ہوں۔ سراقہ بن مالک نے جب یہ بات سنی تو یہ نہیں کہا کہ جناب ابھی تو آپ خود ہجرت کر کے مدینہ جا رہے ہیں، ابھی تو آپ کے اپنے گھمبیر مسائل ہیں تو کسریٰ کب فتح ہوگا؟ اس کے کنگن کب آئیں گے؟ بلکہ عرض کی کہ پھر مجھے امان لکھ دیں تاکہ جب آپ کو اللہ تعالیٰ فتح دے تو پھر مجھ سے نہ پوچھا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو امان لکھ دی جائے اور جب وہ موقع آئے تو ان سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔

سراقہ بن مالک نے امان حاصل کرنے کے بعد خدمات کی پیش کش کی لیکن ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قبول نہیں فرمایا اور صرف اتنا فرمایا (اِخفِ عَنّاً) ہمارا راز فاش مت کرنا۔

چند دن بعد جب سراقہ کو یقین ہو گیا کہ اب جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل مکہ کی رسائی سے باہر جا چکے ہیں تو اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ لوگوں کو سنانا شروع کر دیا۔ جب ابوجہل کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو غصے سے بھرا ہوا سراقہ کے پاس آیا اور جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم گرفتاری پر ملامت کرنے لگا۔ سراقہ نے ابوجہل کو چند اشعار میں کیا خوب جواب دیا:

یا ابا حکم واللات لو کنت شاھدا

لامر جوادی اذ تسیخ قوائمه

عجبت ولم تشکك بان محمدا

نبی و برھان فمن ذا یقاومه

علیك بکف القوم عنه فاننی

اری یوما ستبدو معالمه

''تو مجھے ملامت نہ کرتا اگر تو وہ منظر دیکھ لیتا، جب گھوڑے کے پاؤں زمین میں جار ہے تھے۔ اگر تُو وہ منظر دیکھ لیتا تو تعجب کرتا، اور تیرے اندر شک ختم ہو جاتا۔ تُو جان لیتا کہ وُہ اللہ کے نبی ہیں، اور اللہ کی برہان ہیں۔ کون ہے کائنات میں جو اُن کا مقابلہ کرے؟ تُو اور تیرے حواری اپنے کرتوتوں سے باز آ جاوٴ۔ ابھی دنوں کی بات ہے دنیا پر ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ڈنکا بجنے والا ہے۔''

ابھی تک وہ مسلمان نہیں ہوئے لیکن یہ شعر انہوں نے ابو جہل کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں پڑھے اور ابو جہل مبہوت ہو گیا۔ ہونا بھی یہی چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس اِس انداز میں بیان ہو کہ منکر انگشت بدنداں ہو جائے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار

اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

کچھ عرصہ بعد سراقہ بن مالک مسلمان ہو گئے تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیات کا دور گزرا۔ پھر جنابِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا

زمانہ گزرا، پھر جنابِ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر میں کسریٰ فتح ہوا۔ لیکن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس طویل عرصہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ وہ کنگن کب آئیں گے؟ انہیں پتہ تھا

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
وہ دہن جس کی ہر بات وحیٔ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کسریٰ فتح ہوگیا تو مالِ غنیمت میں وہ سونے کے کنگن بھی آئے جن کی بشارت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو زبانِ رسالت سے ملی تھی۔ جنابِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کنگنوں کو ہاتھ میں لے کر ہاتھوں کو بلند کیا اور بھرے مجمع میں فرمایا کہاں ہے سراقہ بن مالک (رضی اللہ عنہ)؟ بلاؤ انہیں۔ جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہا اپنے دونوں ہاتھ بلند کرو۔ پھر آپ نے ایک ایک کر کے کنگن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں پہنا دیے۔

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۹ مردوں اور ۶ عورتوں کے لیے فرمایا کہ یہ جہاں ملیں اِن کو قتل کر دیا جائے۔ ان میں کعب بن زُہیر بھی تھے، جو مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کو کسی نے بتایا کہ اگر آپ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو معاف کر دیں گے۔

انہوں نے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت لکھی جو قصیدہ (بانت سعاد)

کے نام سے آج بھی عربی ادب کا شاہکار ہے۔ یہ نعت لکھ کر کعب بن زہیر رات کی تاریکی میں مدینہ منورہ میں داخل ہوگئے اور جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جا کر باادب کھڑے ہوگئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں دیکھا تو فرمایا کون ہے؟ عرض کی جناب میں کعب بن زہیر ہوں۔ فرمایا تم کعب بن زہیر ہو؟ عرض کی جی ہاں، میں کعب بن زہیر ہوں۔ اس وقت آپ نے قصیدہ کے چند اشعار پیش کیے۔

آپ بھی ان کو پڑھیے اور ناموسِ رسالت کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذبات واحساسات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

لقد اتیت رسول الله معتذرا
والعذر عند رسول الله مقبول

انبئت ان رسول الله او عدنی
والعفو عند رسول الله مامول

لقد اقوم مقاما لو يقوم به
اری واسمع مالو يسمع الفيل

لظل يرعد الا ان يكون له
من الرسول باذن الله تنديل

حتى وضعت يمينى لا انازعه
فى كف ذى نقمات قيله القيل

ان الرسول لنور يستضاء به
مهند من سيوف الله مسلول

زمانہ گزرا، پھر جنابِ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخر میں کسریٰ فتح ہوا۔لیکن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کواس طویل عرصہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال نہیں آیا کہ وہ کنگن کب آئیں گے؟انہیں پتہ تھا

وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
وہ دہن جس کی ہر بات وحیٔ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں کسریٰ فتح ہوگیا تو مالِ غنیمت میں وہ سونے کے کنگن بھی آئے جن کی بشارت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو زبانِ رسالت سے ملی تھی۔ جنابِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کنگنوں کو ہاتھ میں لے کر ہاتھوں کو بلند کیا اور بھرے مجمع میں فرمایا کہاں ہے سراقہ بن مالک (رضی اللہ عنہ)؟ بلاؤ انہیں۔ جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہا اپنے دونوں ہاتھ بلند کرو۔ پھر آپ نے ایک ایک کر کے کنگن سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں پہنا دیے۔

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ۹ مردوں اور ۶ عورتوں کے لیے فرمایا کہ یہ جہاں ملیں اِن کو قتل کر دیا جائے۔ ان میں کعب بن زُہیر بھی تھے، جو مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کو کسی نے بتایا کہ اگر آپ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کو معاف کر دیں گے۔

انہوں نے پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت لکھی جو قصیدہ (بانت سعاد)

کے نام سے آج بھی عربی ادب کا شاہکار ہے۔ یہ نعت لکھ کر کعب بن زہیر رات کی تاریکی میں مدینہ منورہ میں داخل ہوگئے اور جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جا کر با ادب کھڑے ہوگئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں دیکھا تو فرمایا کون ہے؟ عرض کی جناب میں کعب بن زہیر ہوں۔ فرمایا تم کعب بن زہیر ہو؟ عرض کی جی ہاں، میں کعب بن زہیر ہوں۔ اس وقت آپ نے قصیدہ کے چند اشعار پیش کیے۔

آپ بھی ان کو پڑھیے اور ناموسِ رسالت کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذبات واحساسات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔

لقد اتیت رسول الله معتذرا
والعذر عند رسول الله مقبول

انبئت ان رسول الله او عدنی
والعفو عند رسول الله مامول

لقد اقوم مقاما لو يقوم به
ارى واسمع مالو يسمع الفيل

لظل يرعد الا ان يكون له
من الرسول باذن الله تنديل

حتى وضعت يمينى لا انازعه
فى كف ذى نقمات قيله القيل

ان الرسول لنور يستضاء به
مهند من سيوف الله مسلول

میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معافی مانگنے آیا ہوں اور میں نے سنا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کرے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی معذرت قبول فرما لیتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے سخت دھمکی دی ہے لیکن ساتھ یہ بھی میں نے سنا ہے کہ معاف فرما دینا آپ کی عادت مبارکہ ہے۔ اس دن میں اس مقام پر کھڑا تھا کہ جہاں اگر ہاتھی بھی کھڑا ہوتا تو لرز جاتا۔ میں نے بغیر تاخیر کیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی، حضور دستِ مبارک آگے بڑھائیں، میں نے اسلام قبول کرنا ہے۔ میں نے لیت ولعل کیے بغیر اس محبوب کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ رکھ دیا جن کے صرف کہنے سے میری گردن اُتر جانی تھی۔ پھر آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جائے اور وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک سونتی (تنی) ہوئی تلوار ہیں۔

تُو آیا نہ در تے کیوں بدنصیبا
ہزاراں رنگاں وچ رنگیندے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ وہ اشعار ہیں جو حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پڑھے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر اُنہیں اپنی چادر عطا فرمائی۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت دس سال ہے، اس دوران آپ نے کئی گورنروں کو معزول کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو گورنری کے عہدے سے معزولی کے بعد ٹاٹ کا لباس پہنا کر بکریاں چرانے کا حکم دیا اور حکمت کے تحت فرمایا کہ آپ گورنری کے قابل ہی نہیں ہیں۔

یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کا حضور علیہ السلام نے رات کو قرآن کریم اس حال میں سنا کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا اور پھر صبح فرمایا کہ تمہاری

اتنی پیاری آواز ہے تمہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کا حصہ ملا ہے۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کیسے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم رات کو قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے تو میں سن رہا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور! اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ آپ میرا قرآن سن رہے ہیں تو میں مزید خوبصورت کر کے پڑھتا تا کہ آپ مزید خوش ہوتے۔

اس درجہ کے صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے گورنری کے عہدے سے معزول کر کے بکریاں چرانے پر لگا دیا اور ساتھ ہی ایک تاریخی بات بھی کہہ دی کہ یہ سب کچھ اسلام کی وجہ سے ہے ورنہ تمہارے بڑے یہی کام کرتے تھے۔

اس کے بعد ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جنگل میں چلے گئے جہاں یہ بکریاں چراتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک ٹیلے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں اور چہرے کا رنگ زرد ہے۔ آپ نے فرمایا سناؤ بھائی! جنگل میں کوئی تحفے دینے آیا ہے یا نہیں؟ عرض کی نہیں۔ جناب اب بات مجھے سمجھ آ گئی ہے کہ لوگ عہدے کو سلام کرتے ہیں شخصیت کو نہیں۔ پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے آئے اور دوبارہ گورنری کے عہدے پر بحال فرما دیا۔

دراصل بات یہ تھی کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ عہدہ پر فائز کسی شخص کو جو لوگ تحفے تحائف دیتے ہیں، وہ حقیقت میں اس شخصیت کو نہیں بلکہ عہدہ کو دیتے ہیں جبکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ تحائف عہدہ نہیں شخصیت کو دیے جاتے ہیں۔ اسی کی وضاحت کے لیے سیدنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ حکیمانہ تدبیر اختیار فرمائی تھی۔

حضرت سعید بن عامر الجمحیی رضی اللہ عنہ حمص کے گورنر بن کر بھی غریب ترین رہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ جا کر خفیہ طور پر حمص کے غریب لوگوں کے نام لکھ کر لائیں تا کہ میں ان کے لیے وظیفہ بھیجوں۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حمص کے اعداد و شمار اس خفیہ طریقے سے جمع کیے کہ گورنرِ حمص حضرت سعید بن عامر الجمحی رضی اللہ عنہ کو بھی پتہ نہیں چلا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ ہم میں ایک آدمی ایسا ہے جسے دنیا کا کوئی فتنہ نقصان نہیں دے گا۔ پوچھا گیا وہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ خیمے میں موجود ہے۔ وہاں جا کر دیکھا گیا تو وہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ اِن کے بارے میں کہتے ہو کہ دنیا کا کوئی فتنہ انہیں نقصان نہیں دے گا؟ تو لوگوں نے کہا جی ہاں! یہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

جب حضرت محمد بن مسلمہ سے پوچھا گیا کہ کوئی فتنہ کیوں نقصان نہیں دے سکتا؟ تو فرمایا کہ جب میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا تو میرے آقا و مولا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ان الفاظ سے دعا دی ''یا اللہ! اس کو زندگی میں کسی فتنہ میں مبتلا نہ کرنا۔''

اے غافل مسلمانو! یہ ہے ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہرہ دینے کا انعام۔ تم بھی اُٹھو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس پر پہرہ دے کر دنیا و آخرت کے انعامات کے مستحق بنو۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ حمص گئے۔ وہاں کے غریبوں کا نام لکھا تو حضرت سعید بن عامر الجمحی کا نام بھی لکھا اور مدینہ منورہ واپس آ گئے اور امیر المومنین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے وہ فہرست پیش کی گئی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فہرست دیکھی تو سب سے پہلے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہوا تھا کہ سب سے زیادہ غریب یہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ سعید بن عامر الجمحی وہی ہیں جو وہاں کے گورنر ہیں؟

آج کے اس دور میں یہ بات عقل میں آتی ہے کہ وقت کا گورنر اپنی رعایا میں سب سے زیادہ غریب ہو؟ یہاں تو عام آدمی مان نہیں ہے۔ اس دور میں نیک و پارسا وہی ہے (الا ماشاء اللہ) جس کے ہاتھ کوئی چیز آتی نہیں...... اقبال فرماتے ہیں:

در غلامی عشق و مذہب را فراق
انگبینِ زندگانی بد مذاق

اقبال کہتے ہیں کہ غلامی میں عشق اور مذہب کو الگ الگ سمجھا جاتا ہے۔ (اس سے) زندگی کا مقصد بگڑ جاتا ہے یعنی جب قومیں دولت، شہرت، کھانے پینے اور عہدے کی بھوکی ہو جائیں تو اُس وقت اس قوم کی روح مر جاتی ہے اور وہ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھوٹے دعوے کرتی ہے۔

در غلامی عشق جز گفتار نیست
کارِ ما گفتارِ ما را یار نیست

اقبال فرماتے ہیں غلامی میں عشق زبانی کلامی گفتگو کے سوا کچھ نہیں۔ غلامی میں انسان کا عمل بھی اس کے قول کا ساتھ نہیں دیتا۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقاضے الگ ہوتے ہیں اور وہ دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہے۔

کاروانِ شوق بے ذوقِ رحیل
بے یقین و بے سبیل و بے دلیل

اقبال کہتے ہیں جس وقت قومیں غلام ہو جائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی اپنے سینے سے نکال دیں تو اس وقت جو عشق کا، کاروان ہوتا ہے وہ بے ذوق ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر چلنے کی بھی طاقت نہیں رہتی۔ اس وقت اس قوم کے پاس کوئی دلیل ہوتی ہے نہ کوئی راستہ اور نہ ہی کوئی راہنما ہوتا ہے۔ ہر آدمی اپنی علیحدہ راہ پر چل رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے میں ٹھیک ہوں، میرے دل میں بڑا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔

گذشتہ واقعات صحابہ کرام کے روشن کردار کے عکاس ہیں لیکن آج کا مسلمان انہیں خواب سمجھ کر آگے گزر جاتا ہے۔

اقبال کہتے ہیں:

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را نا ممکنِ ما ممکن است

اقبال کہتے ہیں مومن کا وجود عشق سے قائم ہے اور عشق کا وجود مومن سے ہے۔ وہ چیزیں جو ہمارے لیے ناممکن ہیں، وہ عشق کے نزدیک ممکن ہیں یعنی عقل جسے ناممکن سمجھے کہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ عشق ناممکن کو کر کے دکھا دیتا ہے۔

یہ مغرب زدہ لوگ قیامت تک یکجا بھی ہو جائیں تو ایسی مثال پیش نہیں کر سکتے کہ وقت کا گورنر ہو اور اپنی رعایا میں سب سے زیادہ غریب ہو۔ یہاں پر تو محلے کا کونسلر ہی مان نہیں ہے۔ یہ کونسلر بننے سے پہلے کیا ہوتے ہیں اور بعد میں کیا ہوتے ہیں؟ ناظم بننے سے پہلے کیا ہوتے ہیں اور بعد میں کیا ہوتے ہیں؟ ایم پی اے، ایم این اے بننے سے پہلے کیا ہوتے ہیں اور بعد میں کیا ہوتے ہیں؟ وزیر، مشیر بننے سے پہلے کیا ہوتے ہیں اور بعد میں کیا ہوتے ہیں؟ یہ بات سمجھ میں آتی ہے؟ کہ حمص کا گورنر

اور پورے حمص میں سب سے زیادہ غریب بھی وہی ہو؟

اقبال کہتے ہیں جسے دنیا ناممکن سمجھے کہ یہ نہیں ہوسکتا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام وہ کرکے دکھادیتے ہیں کہ اس طرح ہوسکتا ہے۔

ایک مرتبہ انہی حضرت سعید بن عامر الجمحی رضی اللہ عنہ کی شکایتیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آگئیں کہ (۱) روانہ صبح کو گھر سے دیر سے نکلتے ہیں (۲) مہینہ میں ایک دن غائب رہتے ہیں (۳) ان کو غشی کے دورے پڑتے ہیں (۴) رات کو اگر ان کو باہر بلائیں تو باہر نہیں نکلتے، دروازہ نہیں کھولتے۔

یہ چار شکایتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آگئیں تو حضرت عمر فاروق نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو خط بھیجا کہ فوراً مدینہ منورہ میں حاضر ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ نے مسجد کے دروازے کی طرف مسلسل دیکھا کہ ایک آدمی اپنا سامان گٹھری میں باندھ کر عصاء سے لٹکائے ہوئے اندر آرہا ہے۔

آپ نے فرمایا میری آنکھ دھوکا کھا رہی ہے یا یہ داخل ہونے والا آدمی حمص کا گورنر سعید بن عامر الجمحی ہے؟ جب حضرت سعید بن عامر الجمحی رضی اللہ عنہ قریب آئے تو آپ کو یقین ہوگیا کہ گورنر آرہا ہے۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کی سواری کہاں ہے؟ عرض کی سواری تو نہیں ہے۔ میں پیدل چل کر شام کے شہر حمص سے مدینہ پاک میں آیا ہوں۔ فرمایا بیٹھ جاؤ! وہ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا سواری پر کیوں نہیں آئے؟ عرض کی وہ قومی خزانے کی سواریاں تھیں، میری اپنی ذاتی تو کوئی سواری نہیں ہے۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پھر وہ فہرست باہر نکالی اور فرمایا کہ پہلا اعتراض آپ پر یہ ہے کہ آپ صبح گھر سے دیر سے نکلتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت سعید بن عامر الجمحی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یہ راز کی باتیں ہیں لیکن اب شکایت لگی ہے تو بتانا پڑے گا۔عرض کی میری بیوی بیمار ہے اور گھر میں کام کرنے والا آدمی کوئی نہیں ہے۔ میں اپنا کام خود کر کے گھر سے باہر نکلتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہینے بعد آپ بہت دیر سے گھر سے نکلتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ عرض کی میرے پاس پہننے کے لیے صرف ایک جوڑا ہے۔ مہینے بعد میں اپنی بیوی کی چادر بطورِ تہبند باندھ کر وہ جوڑا دھوتا ہوں پھر جب وہ خشک ہوتا ہے تو میں پہن کر باہر آتا ہوں۔

اگلا اعتراض کیا کہ آپ کو مرگی کی بیماری ہے؟ عرض کی جی نہیں۔فرمایا پھر آپ بے ہوش کیوں ہوتے ہیں؟ عرض کی جب میں اسلام نہیں لایا تھا تو حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ پر جو مکہ والوں نے ظلم کیا تھا میں نے اُسے دیکھا تھا۔میرے سامنے کفار نے ایک ایک کر کے آپ کے تمام اعضاء کاٹے۔تلواروں، نیزوں اور تیروں سے جس طرح بھی ان سے ممکن ہوا اُنہوں نے اپنی طرف سے ظلم کی انتہاء کر دی۔ جب وہ منظر میرے سامنے آتا ہے تو میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ کاش میں اس وقت مسلمان ہوتا تو میں ان کی مدد کرتا۔

فرمایا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ آپ رات کو گھر سے باہر کیوں نہیں آتے؟ عرض کی اس لیے کہ رات میں نے اپنے رب کی عبادت کے لیے مختص کر رکھی ہے اور دن میں نے مخلوق کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

حضرت سعید بن عامر الجمحی رضی اللہ عنہ نے بعد میں استعفیٰ دے دیا کہ اب میں گورنری کے قابل نہیں رہا کیونکہ میرے راز کھل گئے ہیں تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بارِ خلافت کے لیے صرف عمر ہی رہ گیا ہے؟ نہیں اس بارمیں آپ کو ضرور میرا معاون بننا ہوگا اور حمص کا گورنر رہنا ہوگا۔

جب حضرت سعید بن عامر الجمحی رضی اللہ عنہ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو بعد میں ایک دن صحابہ کرام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے پوچھا آپ اپنے رب سے اور کیا تمنا کرتے ہیں؟ صحابہ نے مختلف تمنائیں بیان کیں۔ کسی نے جہاد کی، کسی نے سخاوت کی اور کسی نے شہادت کی۔

صحابہ کرام نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کیا تمنا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اپنے رب سے تمنا کرتا ہوں کہ حضرت سعید بن عامر الجمحی رضی اللہ عنہ جیسا کوئی گورنر عطا فرما۔

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

ارہ بسرہ کنك کرہ
کرائی کری من اللدرہ

مؤذنِ رسول حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی حبشی زبان میں نعت کا شعر جس کا عربی زبان میں شاعرِ دربارِ رسالت حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ نے یوں ترجمہ کیا:

اذا المکارم فی آفاقنا اذا ذکرت
وفینا بك یضرب المثل

یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قیامت تک جتنی بھی بڑی بڑی باتیں ہوں گی، آپ کی برکت سے آپ کے غلاموں کو ہی بطورِ مثال پیش کیا جائے گا۔

یہاں پاکستان میں ہونے والے واقعات پر کمیشن بنائے جاتے ہیں، تحقیقاتی کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں۔ ابھی تک لیاقت علی کمیشن، ضیاء الحق کے کمیشن بن رہے ہیں۔ کیا کبھی مکرو ریا سے قوموں میں خیر و برکت آسکتی ہے؟

فیصلہ اس طرح ہونا چاہیے جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام فیصلے کیا کرتے ہیں۔ ان جیسے فیصلوں سے اسلام نافذ ہوگا، کفر کے راستوں پر چل کر اسلام نہیں آسکتا۔ گندی بوتل سے کبھی دودھ باہر نہیں نکل سکتا۔ اسی طرح گندے لوگوں کے گندے نظام پر چل کر نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو نہیں آسکتی۔

ڈرو خدا سے ہوش کرو، کچھ مکر وریا سے کام نہ لو
یا اسلام پہ چلنا سیکھو، یا اسلام کا نام نہ لو
حق را بسجودے، صنماں را بطوافے
بہتر ہے چراغِ حرم و دَیر بجھا دو

اقبال کہتے ہے یہ عجیب مسلمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سجدے کرتا اور بتوں کے گرد طواف کرتا ہے۔ یہ دونوں کو راضی رکھنا چاہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کدو شریف بہت پسند تھے۔ مجلس میں ایک آدمی نے کہا کہ مجھے تو پسند نہیں ہیں۔

آپ کے قریب تلوار پڑی تھی۔ آپ نے تلوار کو باہر نکالا اور فرمایا او کمینے! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کدو پسند تھے تجھے نہیں، توبہ کر ورنہ میں تیری گردن اُتار دوں گا۔ اسے ''محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم'' کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ مبارک کے قریب اگر کوئی صحابی دیوار میں کیل وغیرہ لگاتے تو اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کے گھر پیغام بھیجتیں کہ تمہارے کیل پیوست کرنے کی آواز میرے حجرے تک آئی ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت پہنچتی ہے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔

ایک آدمی کہنے لگا کہ مدینہ پاک کی مٹی ٹھیک نہیں ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کو تیس دُرے مارو اور قید کردو۔ بعد میں امام مالک نے فرمایا اس کی گردن اُتار دینی چاہیے تھی اِس لیے کہ اس نے اُس مٹی کے خلاف بات کی جہاں میرے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جلوہ گر ہیں۔

بخاری شریف میں حدیث شریف موجود ہے کہ حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی شریف میں سر جھکا کر بیٹھا ہوا تھا تو کھڑکی میں سے کسی بندے نے مجھے کنکر مارا۔ میں نے سر اُٹھایا تو وہ کنکر مارنے والے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ مجھے اشارہ سے فرمایا باہر آؤ۔ میں باہر آیا تو فرماتے ہیں یہ جو دو آدمی مسجد میں باتیں کررہے ہیں، ان کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے فرمانے لگے تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی جی ہم طائف سے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم مسافر نہ ہوتے تو میں تمہیں دُرے مارتا۔ تم کو پتہ نہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے باتیں کررہے ہو۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل دیکھیے اور آج مسلمانوں کی بے باکیاں ملاحظہ کیجیے۔

حضرت مولیٰ کائنات سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے قریب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دروازے بدلنے کا ارادہ فرمایا تو مستری کو کہا کہ دروازے یہاں نہیں بنانے بلکہ مدینہ پاک سے باہر جا کر بنانا تاکہ دروازے بنانے کی آواز (ٹھک ٹھک) روضۂ پاک تک نہ جائے۔

صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد اس حد تک ادب واحترام کر کے امتِ مسلمہ کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ اس سبق کو بھولنا نہیں بلکہ قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اس سبق کو یاد رکھے۔ اسی میں ان کی عزت اور بقاء ہے۔

ابو جعفر منصور کے دورِ حکومت میں مسجد نبوی شریف میں خلیفہ ابو جعفر منصور، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بات کرنے لگا۔ دورانِ گفتگو اس کی آواز بلند ہوگئی۔ آج ہمارے لوگ کہتے ہیں کہ حکمرانوں کے بارے میں بات نہ کیا کرو۔ ہمارے امام نے تو حکمران کو مسجد میں کھری کھری سنادی تھیں۔

ادھر اس کی آواز بلند ہوئی تو فوراً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تجھے پتہ نہیں (لاترفعوا اصواتکم) کے آداب کیا ہیں؟ تو خلیفہ ابو جعفر منصور نے سر نیچے کرلیا۔

وہ لوگ جو اپنے آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس پر بات نہ کر سکے چاہے وہ تیس لاکھ کی تعداد کے دعویدار ہوں یا دن رات دین کی باتیں کرنے والے ہوں یا سیاست کے بجائے ریاست بچانے آئے ہوں وہ بروزِ حشر دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیا منہ لے کر جائیں گے؟

آج میلاد شریف کے پروگراموں میں ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ختم نبوت، جہاد اور کفر کے خلاف گفتگو کرنے کو لوگ وعظ اور میلاد شریف کی تقریر نہیں سمجھتے۔

تا شعارِ مصطفیٰ از دست رفت
قوم را رمزِ بقا از دست رفت

کفر اور کفر کا سرغنہ امریکہ تو چاہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس کی بات نہ کرو، نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہ کرو، قرآن کی بات نہ کرو، مسلمانوں کی حفاظت کی بات نہ کرو، جہاد کی بات نہ کرو، یہود و نصاریٰ سے دشمنی کی بات نہ کرو۔ اس کے علاوہ جو چاہو کرو۔

آخر میں اقبال کی زبانی امتِ مسلمہ کے نام کھلا پیغام

زانکہ ملت را حیات از عشقِ اوست
برگ و سازِ کائنات از عشقِ اوست

اقبال کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت آج بھی سربلندی چاہتی ہے تو محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ماضی کی رفعتیں، عظمتیں اور مستقبل کی سربلندیاں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہیں اور اسی سے ہی عظمتِ رفتہ بحال ہوسکتی ہے اور اہلِ کفر کے غرور و تکبر کو خاک میں ملایا جاسکتا ہے۔

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مفتی محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری

اللہ تعالیٰ نے جن برگزیدہ ہستیوں کو انسانی ہدایت کے لیے منتخب فرما کر مبعوث فرمایا انہیں عزت کی دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔ ان کی تعظیم کا حکم دیا اور ان کی بے ادبی اور گستاخی سے منع فرمایا۔ علاوہ ازیں ان سے محبت کرنے بلکہ ہر چیز کی محبت سے ان کی محبت کو مقدم کرنے کا حکم دیا۔

اگرچہ یہ تمام باتیں جملہ انبیاء کرام ورسل عظام علیہم السلام سے متعلق ہیں۔ لیکن اس وقت ہمارا موضوع امام الانبیاء سید المرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کے حوالے سے ارشاد خداوندی ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(المنافقون: ۸)

ترجمہ کنز الایمان: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

آیت کریمہ پر غور کیجیے اللہ تعالیٰ کے لیے عزت مطلقاً بیان ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محض اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کا ذکر ہے اور باقی سب لوگوں

کے لیے عزت کا سبب ایمان کو قرار دیا گیا گویا وہی شخص قابل عزت واحترام ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اور جو مومن نہیں چاہے وہ بظاہر کلمہ بھی پڑھتا ہو وہ عزت واحترام کے لائق نہیں۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جس کو بھی عزت ملتی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عطا اور نسبت سے ملتی ہے تو جب سب عزت داروں کی عزتیں آپ کے دامن سے وابستہ ہیں تو آپ کی عزت وناموس کو کون مٹا سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہ اگر کسی کو عزت درکار ہو تو وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و تعظیم کو اپنا وظیفہ حیات بنائے۔

تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم امت پر واجب قرار دی گئی۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ (الاعراف: ۱۵۷)

ترجمہ کنز الایمان: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

اس آیت کریمہ میں کامیابی اور فلاح کے لیے چار چیزوں کو شرط قرار دیا گیا جن میں سے ایک شرط رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرنا ہے۔ اگر اس آیت کے سیاق وسباق کو دیکھیں تو اس سے پہلے اہل کتاب کا ذکر ہے اور اس کے بعد قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ

رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (آپ فرما دیجیے اے لوگو! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں) فرمایا گیا ہے۔

گویا تمام افراد انسانیت کی فلاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان آپ کی تعظیم آپ کی مدد اور قرآنی احکام پر عمل میں مضمر ہے اور یہود و نصاریٰ بھی ان میں شامل ہیں۔

سابق شیخ الازہر مصر سید محمد طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وعزروه بامن منعوه و حموه من كل من يحاريه مع التعظيم والتوقير له و نصروه بكل وسائل النصر

(التفسیر الوسیط القرآن الکری جلد ۵، ص ۳۹۴، ۳۹۶)

اور انہوں نے آپ کی تعظیم کی۔ آپ کے ہر دشمن سے آپ کا دفاع کیا اور حفاظت کی اور اس کے ساتھ ساتھ تعظیم و توقیر کی ہے اور مدد کے تمام وسائل کے ساتھ آپ کی مدد کی۔

یعنی آپ کی تعظیم اس طرح کی کہ آپ کا ادب بجالاتے ہوئے آپ کے دشمنوں کے ہر حملے کے سامنے سینہ سپر ہو گئے۔

سورۂ فتح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا چند صفات کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد اس بات کی طرف متوجہ فرمایا کہ اس شان کے ساتھ آپ کا تشریف لانا آپ کی تعظیم کو تم پر لازم کرتا ہے اور یہ کہ ان صفات کے حامل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تم پر انعام خداوندی ہے۔ لہٰذا تم اس خالق و مالک کی صبح و شام پاکیزگی بیان کرو۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۙ﴿۸﴾ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ﴿۹﴾ (الفتح:۸-۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنا تا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

غور کیجیے اس بات میں اشارہ اس طرف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس شان سے تشریف لائے اگر ان کی صفات بیان نہ ہوتیں تب بھی تم پر ان کی تعظیم لازم تھی کہ وہ تمہارے خالق و مالک کے نمائندہ بن کر تشریف لائے لیکن جب وہ ان صفات کے مالک ہیں تو ان کی تعظیم تو ضروری ہوگئی۔ اس لیے امام نبھانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اوجب علینا تعظیمہ و توقیرہ و نصرتہ و محبتہ والادب

(جواھر البحار، ج۳، ص۲۵۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر آپ کی مدد آپ سے محبت اور آپ کا ادب واجب کر دیا ہے۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:

انہ یجب علی الامۃ ان یعظموہ علیہ الصلوۃ والسلام و یوقروہ فی جمیع الاحوال فی حال حیاتہ وبعد وفاتہ فانہ بقدار از دیاز تعظیمہ وتوقیرہ فی القلوب بزداد نوار الایمان (تفسیر روح البیان، ج۷، ص۲۱۶)

ترجمہ: امت پر لازم ہے کہ وہ تمام حالتوں میں آپ کی تعظیم و توقیر بجا لائیں۔

آپ کی حیاتِ طیبہ میں اور آپ کے وصال کے بعد لوگوں کے دلوں میں جس قدر تعظیم وتوقیر زیادہ ہوگی، اُسی قدر نورِ ایمان بڑھے گا۔

سید محمد طنطاوی سابق شیخ الازہر فرماتے ہیں کہ

وَتعزروہ من التعزیر بمعنی النصرۃ مع لاتعظیم والتضخیم

(التفسیر الوسیط القرآن الکریم، جلد۳، ص۲۶۵)

وتعزروہ یہ تعزیر سے بنا ہے اس کا معنی عزت واحترام کے ساتھ مدد کرنا ہے۔

انتباہ

تعزیر کا معنی مدد کرنا بھی ہے اور ادب واحترام کرنا بھی۔ اس لیے شیخ الازہر (جزاہ اللہ جزاءً حسنًا) نے دونوں باتوں کو اکٹھا کر کے ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ امت مسلمہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ادب واحترام بھی کریں اور آپ کے دین کی مدد بھی کریں جب یہ دونوں باتیں اکٹھی ہوں گی تو تعظیم کے تقاضے پورے ہوں گے۔

اگر صرف ادب واحترام ہو "لبیک یا رسول اللہ" کی صدائیں بلند ہوں "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کے نغمے گونجیں۔ لیکن دین کے فروغ کے لیے کوئی مدد نہ کی جائے۔ دینِ حق کے غلبے کے لیے اہتمام ونصرت کی راہ اختیار نہ کی جائے تو بھی ناقص، اگر دین کے فروغ کے لیے عملی اقدامات ہوں، مدارس کتب خانے، تبلیغ، نشر واشاعت، سب کچھ ہو لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم نہ ہو تو آپ کا ادب واحترام نہ ہوگا تو بھی ناقص۔ لہٰذا آپ کی تعظیم بھی کی جائے اور آپ کے دین کی نصرت بھی کی

جائے جس طرح ممکن ہو۔تب تعظیم کا حق ادا ہوگا۔

تعظیم کی کچھ صورتیں

تعظیم کی پہچان کچھ علامات وآثار کے ذریعے ہوتی ہے۔(۱) قابل تعظیم شخصیت سے آگے نہ بڑھنا چاہے چلنے میں ہو، گفتگو میں یا فکر وعمل میں ہو۔اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الحجرات:۱)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

غور کیجیے! آگے بڑھنے کی ممانعت مطلق ہے۔کسی بات کی قید نہیں ہے۔لہٰذا کسی اعتبار سے بھی آپ سے آگے بڑھنا جائز نہیں۔آپ کی لائی ہوئی شریعت ہماری فکر، ہماری سوچ اور رائے سے مقدم ہے۔

(۲) آپ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرنا

ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝۲

(الحجرات:۲)

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا تعظیم کے خلاف اور بے ادبی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ جو حضر علیہ السلام کی طرف سے بنو تمیم کی مفاخرت (باہم فخر کرنا) میں خطیب تھے آپ کانوں سے بہرے تھے اور زور سے بولا کرتے تھے۔ گھر میں بیٹھ گئے اور اس بات سے خوفزدہ ہو گئے کہ کہیں ان کے عمل ضائع نہ ہو جائیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا نبی اللہ! میں ڈرتا ہوں کہ ہلاک نہ ہو جاؤں کہ اللہ نے ہمیں (آپ کے سامنے) بلند آواز سے بولنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ میری آواز بلند ہے۔

اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ثابت رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم محمود زندگی گزارو اور شہادت حاصل کر کے جنت میں جاؤ۔ چنانچہ آپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (شفاء شریف، جلد دوم، ص ۵۳، ۵۴)

اس روایت سے جہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حد تعظیم کرتے تھے وہاں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ تو تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں حکم خداوندی کی تعمیل ہے، محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے۔ وہاں اعمالِ صالحہ کو ضائع اور باطل ہونے سے بچانے کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے مستقبل کی باتیں بھی جانتے ہیں۔ اس لیے آپ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو حصول شہادت اور دخولِ جنت کی خوشخبری دی۔ جو

شخص اپنے انجام سے بے خبر ہو وہ دوسروں کا انجام کیسے بتا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آیات قرآنیہ کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکار دوسروں کی پکار کی طرح نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ط (النور: ۶۳)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

شیخ الازہر رحمۃ اللہ علیہ اس سے پچھلی آیات کی تفسیر کے بعد فرماتے ہیں:

ثم اکد اللہ تعالیٰ وجوب التوقیر والتعظیم لنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لاتجعلوا دعآء الرسول (الخ)

(التفسیر الوسیط للقرآن الکریم، جلد۱۰،ص۱۴۰)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کی مزید تاکید فرمائی اور فرمایا: لاتجعلوا

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاری تھا۔ اب اس آیت سے ذریعے اس کی مزید تاکید کی گئی۔ وہ مزید ان سے یہاں مصدر یعنی لفظ دعا اپنے مفعول یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مضاف ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ

"اِنّما علیکم اذا ما نادیتموہ ان تنادو بقولکم یانبی اللہ، یارسول اللہ ولا یلیق بکم ان تنادو باسمہ مجرد امان تقولوا یا محمد کما ان تنادوہ باسمہ مجرد ابان تقولوا یا محمد کما ان من الواجب علیکم ان

تحفضوا اصواتکم عند نداته توقیر اوا احتراماً

(التفسیر الوسیط بحوالہ مذکورہ بالا)

تم پر لازم ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارو تو یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہہ کر پکارو اور تمہارے لیے مناسب نہیں کہ صرف آپ کے نام کے ساتھ (کسی منت کے بغیر) پکارو اور یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہو۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا حکم بھی دیا اور اس کا طریقہ بھی سکھایا جو ان مذکورہ بالا آیات کریمہ سے واضح ہے۔ جو کہ ہمارا بالخصوص مسلک اہلسنت و جماعت اعتدال کا راستہ دکھاتا ہے اور جس طرح گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا کہ تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ادب و احترام اور نصرت دین کا مجموعہ ہے۔ اس آیت کے حوالے سے حضرت شیخ الازہر نے بھی اسی بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ومن العلماء من سیری ان المصدر هنا مضاف الی فاعله فیکون المعنی لاتقیموا دعاءه ایاکم علی دعاء بعضکم بعضابل یجب علیکم متی وعالم لامر ان تلبوا امره بدون تقائم اور تباطؤ

(ایضاً ص ۱۶۰، ۱۶۱)

بعض علماء کے نزدیک مصدر (دعاء) اس مقام پر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے۔ پس معنی یہ ہوگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تمہیں پکاریں تو اسے ایک دوسرے کو پکارنے پر قیاس نہ کرو بلکہ تم پر واجب ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں پکاریں تو کسی تاخیر کے بغیر آپ کے حکم کو بجالاؤ۔

مطلب یہ کہ اس تفسیر کے مطابق دعاء گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاعل بنتے ہیں اور آپ کی تعظیم کا تقاضا ہے کہ دوسروں کی طرح آپ کی پکار کو نہ سمجھا جائے بلکہ فوراً تعمیل کی جائے۔ یعنی پہلی تفسیر کے مطابق آپ کو پکارنے اور دوسری تفسیر کے مطابق آپ کے پکارنے کا ذکر ہے۔ اس لیے شیخ الازہر نے مزید فرمایا:

وعلی کلا التفسیر فلآیۃ الکریم ندل علی وجوب توقیر الرسول صلی اللہ وتعظیم (ایضاً، ص۱۶۱)

دونوں تفسیروں کے مطابق آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر و تعظیم واجب ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جو کام واجب ہے اس کا ترک گناہ ہے اور ایسا شخص عذاب کا مستحق ہے۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مقالہ کے اختصار کے پیش نظر ہم آگے چلتے ہیں۔ یہ بات تو واضح ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم واجب ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کر کے دکھایا جس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ یہاں صرف ایک حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حضرت اسامہ ابن شریک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے چاروں طرف صحابہ کرام جمع تھے۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ یعنی ادب و احترام کی وجہ سے بالکل خاموش بیٹھے تھے بلکہ کسی قسم کی بھی حرکت نہیں کرتے تھے۔

(سنن ابی داؤد، کتب الطب، ج ۲، ص ۱۸۳)

علاوہ ازیں آپ کے لعاب مبارک کو صحابہ کرام کا اپنے ہاتھوں پر لینا موئے مبارک کو حاصل کرنے کی تڑپ، آپ کے غسالہ وضو کو اپنے چہروں پر ملنا اور آپ کے

پسینہ مبارکہ کو خوشبو کی جگہ استعمال کرنا اور اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حجام آپ کا سر انور مونڈھ رہا ہے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ گرداگرد گردش کر رہے ہیں۔ ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ آپ کے موئے مبارک کو زمین پر گرنے نہ دے، بلکہ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، بحوالہ شفاء شریف، جلد ۲، ص ۵۷)

اس تعظیم کو مزید مضبوط کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کو لازم قرار دیا بلکہ ایمان کی شرط قرار دیا اور اس محبت سے روگردانی کو عذاب الٰہی کو دعوت دینا قرار دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۴ (التوبہ: ۲۴)

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو (انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت کریمہ کے ذریعے دنیا کی پر اسرار چیزوں جن سے انسان کو فطرتاً محبت ہوتی ہے۔ بڑھ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت لازم ہے ورنہ حکم خداوندی کا انتظار کرنا ہوگا۔

اس سلسلے میں مَیں ایک معروف حدیث جس میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، ہدیۂ قارئین ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰى اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۷)

ترجمہ: تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد اس کی اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار مثالیں ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آپ سالن میں سے کدو کے ٹکڑوں کو تلاش فرما رہے تھے تو اس دن سے مجھے کدو محبوب ہو گئے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الاطعمہ، جلد ۲، ص ۱۷۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ حضرت ابوطالب کا اسلام لانا میرے لیے ان کے یعنی میرے والد کے اسلام لانے سے زیادہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوتا ہے کیونکہ حضرت ابوطالب کا اسلام لانا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹھنڈک کا باعث ہے۔ اس قسم کا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی منقول ہے۔

(مجمع الزوائد، جلد ۹، ص ۲۶۸، بحوالہ شفاء شریف، ج ۲، ص ۳۵، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے واقعات بے شمار ہیں۔ ان سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ محبت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات اور تقاضے کیا ہیں۔

محبت کی علامات

محبت ایک مخفی امر ہے کیونکہ یہ دل میں ہوتی ہے، نظر نہیں آتی۔ البتہ اس کی کچھ علامات ہیں جن کی بنیاد پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ فلاں شخص میں محبت ہے اور فلاں شخص محبت کا جھوٹا دعویدار ہے۔ ان علامات میں بنیادی طور پر درج ذیل باتیں شامل ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل کثرت سے کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا بے حد شوق رکھنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کے وقت انتہائی درجہ کی تعظیم وتوقیر بجالانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کو سنتے وقت یا زبان پر لاتے وقت انتہائی درجہ کی فروتنی اور عاجزی کا مظاہرہ کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا تقاضا اور علامت یہ بھی ہے کہ جو لوگ اور جو شخصیات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہیں ان سے بھی محبت کرے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور اہلبیت سے محبت کرنا نیز مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ اور قرآن کریم کو محبوب رکھنا۔ علاوہ ازیں آپ کی محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھنے والے یا آپ کی بے ادبی اور

گستاخی کرنے والوں سے عداوت اور شدید نفرت کا اظہار کرے۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (المجادلہ:۲۲)

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔

اس سورت کی آیت نمبر ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ذلیل قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰ (المجادلہ:۲۰)

ترجمہ: بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان لوگوں سے دوستی کا تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے یا آپ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے، وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ وہ شخص ان کا کس قدر قریبی رشتہ دار ہے۔

چنانچہ عبداللہ ابن اُبی (رئیس المنافقین) جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتا اور مخالفت میں سرگرم رہتا تھا۔ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی مبارک ہو تو میں اس کا یعنی اپنے باپ کا سر کاٹ کر پیش کر دوں۔

(کشف الاستار ج ۳، ص ۳۶، بحوالہ شفاء شریف، ج ۲، ص ۴۲)

کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ فکر یا مطالبہ غلط تھا اور وہ لوگ قتل کے مستحق نہ

تھے؟ نہیں ایسی بات نہ تھی بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں گستاخانِ رسول کو واصل جہنم کیا گیا اور آپ نے ایسے مقتولین کو مباح الدم قرار دیا۔ یعنی قاتل کو قصاص سے بری قرار دیا۔

اور کچھ گستاخوں کو قتل کرنے کا آپ نے خود حکم دیا۔ کعب ابن اشرف یہودیوں کے قبیلے بن قریظہ سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ اس قبیلے کا سردار تھا۔ شاعر بھی تھا چنانچہ یہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے بارے میں توہین آمیز اشعار کہتا تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کے مقابلے میں کفار و مشرکین کی مدد کے لیے لوگوں کو آمادہ کرتا اور برانگیختہ کرتا تھا۔

اس بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من الکعب ابن الاشرف فانه قد اذی الله و رسوله

کعب بن اشرف کے لیے کون ہے بے شک اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہے۔ اس پر حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ اتحب ان اقتله کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کردوں۔ قال نعم آپ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقاء نے اس کو واصل جہنم کر کے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، جلد ۱۲، ص ۵۷۶)

کعب ابن اشرف کے قتل سے دو باتیں واضح ہوگئیں ایک تو یہ کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہے اور یہ قانون خود رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عملاً مقرر کردہ ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر توہین کا مرتکب غیر مسلم بھی ہو تو وہ بھی واجب القتل ہے۔ کیونکہ کعب ابن اشرف غیر مسلم (یہودی) تھا۔ ویسے تو آپ کی گستاخی کرنے والا

مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ یقیناً اس کے دل میں کفر چھپا ہوتا ہے لیکن ہم ظاہر کی بات کر رہے ہیں۔

لہٰذا یہ ان معترضین کو جواب ہے جو کہتے ہیں کہ غیر مسلم گستاخ کو قتل نہیں کر سکتے۔
دوسرا واقعہ جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے بغیر گستاخ کو قتل کیا گیا۔ وہ نابینا صحابی کا ہے۔ جنہوں نے اپنی لونڈی کو قتل کیا تھا۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک نابینا صحابی کی ام ولد ایسی لونڈی جس سے اس کے مالک کا کوئی بچہ پیدا ہوا ہو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ وہ صحابی اسے ڈانٹتے، جھڑکتے اور روکتے تھے، لیکن وہ باز نہ آتی تھی۔ تو ایک دن وہ اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ کر اس کے اوپر چڑھ بیٹھے اور اس کو واصل جہنم کر دیا۔ صبح حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب لوگوں کو جمع کر کے پوچھا یہ کام کس نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اسے اس حق کی قسم دیتا ہوں جو میرا حق اس کے ذمہ ہے چنانچہ وہ نابینا صحابی لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے بڑھے اور آپ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے قتل کیا ہے کیونکہ وہ آپ کو برا بھلا کہتی تھی۔ میں نے منع کیا اور جھڑکا لیکن وہ باز نہ آئی۔ اس کے پیٹ سے میرے موتیوں جیسے دو بیٹے ہیں اور میرے ساتھ اس کا سلوک بھی اچھا تھا۔ گزشتہ رات جب اس نے آپ کی توہین کی تو میں نے چھرا اس کے پیٹ پر رکھا اور زور سے دبایا اور وہ مر گئی ہے۔

اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گواہ ہو جاؤ اس عورت کا خون رائیگاں ہے۔

یعنی اس کا قصاص اور خون بہا وغیرہ کچھ بھی نہ ہوگا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، ج ۲، ص ۲۵۱)

ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف دو حوالوں پر اکتفاء کیا ہے۔ ورنہ ابو رافع یہودی کو بھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم پر قتل کیا گیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، ج ۲، ص ۵۷۷)

گستاخ رسول کی سزا قتل

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عمل اور حکم کی روشنی میں علماء کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔ چنانچہ علامہ قاضی عیاض اندلسی مالکی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بلا شبہ یہ بات کتاب وسنت اور اجماع سے گزر چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کیا حقوق واجب ہیں اور یہ بھی متعین ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا احسان اور آپ کی تعظیم وتوقیر کیا ہیں۔ ان اعتبارات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت پہنچانا حرام قرار دیا ہے اور اس امت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص بھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تنقیص شان کرے یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر سب وشتم کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ (شفاء شریف، ج ۲، ص ۲۸۴)

اور ابو مصعب اور اویس رحمہا اللہ کی ایک روایت میں ہے کہ ہم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو برا کہا یا گالی دی یا عیب جوئی کی یا تنقیص شان کی وہ خواہ مسلمان ہو یا کافر قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ (شفاء شریف، ج ۲، ص ۲۸۵)

اس پر تفصیلی دلائل شفاء شریف میں ملاحظہ کیجیے۔ اس وقت صرف ایک آیت

کریمہ ہدیۂ قارئین ہے:

مَّلۡعُوۡنِيۡنَ ۚ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا ﴿۶۱﴾ (الاحزاب:۶۱)

ترجمہ: پھٹکارے ہوئے، جہاں کہیں ملیں یا پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کیے جائیں۔

یہ آیت کریمہ ان منافقین کے بارے میں ہے جو مدینہ طیبہ میں جھوٹ اڑاتے پھر رہے ہیں۔

گستاخ کو معاف کر دینا

بعض کلمہ گو مسلمان ان گستاخان کے بارے میں اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں اور ان کو بچانے کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی گستاخی کرنے والوں کو معاف کر دیا تھا۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے ان کی توبہ قبول کر کے ان کو قتل ہونے سے بچائیں۔ اس سلسلے میں حضرت قاضی ابو الفضل عیاض رضی اللہ عنہ کی طرف دیا گیا جواب ہدیۂ قارئین ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر تم کہو کہ حدیث صحیح میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی اپنی جان کا بدلہ نہیں لیا، بجز اس کے کہ جہاں حرمت الٰہیہ پامال ہوتی ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، ج ا، ص ۵۰۳)

جواب: معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حدیث اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ آپ نے اس شخص سے بدلہ نہیں لیا جس نے آپ کو گالی دی یا اذیت پہنچائی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی کیونکہ یہ بھی تو ان حرمات الٰہیہ میں سے جس کا بدلہ لینا چاہیے اور بلاشبہ آپ

نے اپنی جان و مال اور اقوال و افعال کا بدلہ نہیں لیا۔ جن کا تعلق سوئے ادب یا معاملات سے تھا۔ جس سے فاعل کا مقصد اذیت و گالی نہیں تھا یا اہل عرب کی سابقہ سرشت کی بناء پر تھی کہ وہ ظلم و جفا اور نادانی کے خوگر تھے یا وہ جس کا آپ عادی ہوتا ہے۔ (شرح شفاء، ج ۲، ص ۳۰۸)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ یا وہ اس قسم کی ایذاء ہو جو کافر سے پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بعد اس کے اسلام لانے کی تمنا کریں جیسے اس یہودی کو معاف فرما دینا جس نے آپ پر جادو کیا اور اس بدوی (دیہاتی) سے درگزر کرنا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ (فتح الباری، ج ۷، ص ۴۲۶) یا اس یہودی سے چشم پوشی کرنا جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے قتل کر دیا۔ اِسی قبیل سے وہ اذیتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اہل کتاب اور منافقین وغیرہ سے پہنچی تھیں اور آپ نے ان سے اس امید پر درگزر کیا کہ اس میں ان کی اور دوسروں کی تالیف قلب ہو۔

(تفصیل شفاء شریف، ج ۲، ص ۳۰۷، ۳۱۰)

اس کے ساتھ ساتھ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ جو لوگ معاف کرنے کی بات کرتے ہیں، وہ ان واقعات کے بارے میں کیا کہیں گے۔ جن میں گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ نیز اس بات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے حقوق کے بارے میں جو چاہتے فیصلہ فرماتے لیکن آپ کے وصال کے بعد کسی شخص کو آپ کے حق کو معاف کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

اور یہ فیصلہ غیر متبدل ہے اور قیامت تک کسی شخص کو اس میں تبدیلی کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس وقت ناموس رسالت کے خلاف عالمی سازش زوروں پر ہے۔ کبھی قانون تحفظ ناموس رسالت 295/C کے غلط استعمال کا بہانہ بنا کر اس میں ترمیم یا اسے ختم کرنے کی باتیں ہورہی ہیں اور کبھی فلموں اور خاکوں کے ذریعے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اور گستاخی کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ ایسے لوگ واجب القتل ہیں اور کسی رعائیت کے مستحق نہیں۔ اگرچہ ان کے اس بیہودہ عمل سے پوری ملت اسلامیہ کی دل آزاری ہورہی ہے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رہے:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس ہمیشہ باقی رہے گی۔ آپ کا ذکر اور چرچا بلند سے بلند تر ہوتا جائے گا اور آپ کی توہین کرنے والوں کو ذلت اور رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ امت مسلمہ کا فرض ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناموس کے تحفظ کے لیے مثبت کردار ادا کرے اور اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جنہوں نے گستاخوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

1۔ 24 ستمبر 1927ء غازی خدا بخش نے راجپال گستاخ کو جان سے مارنے کی کوشش کی اور زخمی کر کے معذور بنا دیا اس لیے ان کو سات سال کی سزا سنائی گئی، یہ لاہور کا نوجوان دودھ فروش، غیرتِ ایمانی والا تھا۔

2۔ 1927ء غازی عبدالعزیز خان غزنوی نے لاہور کے ایک گستاخ ہندو کو جہنم رسید کر دیا، ان کو چودہ سال کی سزا سنائی گئی۔

3۔ یکم جنوری 1929ء کو غازی علم الدین شہید نے انارکلی لاہور میں گستاخ ہندو کو جہنم واصل کیا اور انہیں مئی 1929ء کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا گیا۔ علامہ اقبال، محمد شفیع، مولانا غلام محی الدین اور چھ لاکھ افراد جنازے میں شریک تھے اور علامہ دیدار علی شاہ علیہ الرحمۃ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

4- 1934ء میں غازی عبدالقیوم نے کراچی کی عدالت میں نتھو رام گستاخ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور پھانسی کی سزا پائی اور شہید ہوئے۔ میوہ شاہ کراچی میں قبر شریف موجود ہے۔ آخری خواہش میں بیٹا جو دو سال کا تھا، اسے وصیت کی کہ بیٹے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرے اس کو قتل کر دینا۔

5- 1927ء غازی عبدالرشید نے دہلی میں گستاخ ہندو کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور

انگریزوں کی عدالت سے پھانسی پر جام شہادت نوش کیا۔

6- 1929ء غازی عبدالرحمٰن شہید نے مانسہرہ میں ایک سکھ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی، غازی نے کلہاڑی سے اس کے دو ٹکڑے کر کے، جام شہادت نوش کیا۔

7- 1929ء میں غازی احمد دین نے غازی علم الدین شہید کے جنازہ میں شریک ہو کر دُعا کی: یا اللہ مجھے بھی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے یہ رتبہ عطا فرما پھر شرقپور شریف حاضر ہوئے اور قبلہ میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی، دُعا کرائی کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔ ایک سکھ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی تھی اس کو واصل جہنم کیا اور 14 سال قید میں رہے۔

8- 1936ء میں غازی مرید حسین شہید نے چکوال میں جب ایک ہندو نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی تو غازی نے اس کو جہنم رسید کیا اور سزائے موت سے شہید ہوئے، اس دوران جیل میں ایک غیر مسلم کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا۔

9- 1933ء غازی شیخ عبداللہ انصاری شہید نے قصور میں دو سکھوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے پر موت کے گھاٹ اُتار دیا اور جام شہادت نوش فرمایا۔

10- 1934ء میں غازی محمد صدیق شہید نے قصور میں ایک ہندو جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی اس کو واصل جہنم کیا اور پھانسی کی سزا پا

کر شہادت حاصل کی۔

11- 1935ء میں غازی میاں محمد شہید جن کے دل میں بچپن سے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت تھی، وہ فوج میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ مدارس میں کسی نے گستاخی کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس گستاخ لعین کو جہنم میں پہنچا دیا اور جامِ شہادت نوش کیا۔ اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعرۂ تکبیر لگایا اور مدینہ منورہ کی طرف رُخ کر کے پکارا ''لبیک یارسول اللہ'' (سرکار صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں)۔

12- 1940ء میں غازی امیر احمد شہید نے کلکتہ میں گستاخانہ کتاب لکھنے والے کو پشاور سے جا کر کلکتہ میں اس ہندو کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شہادت حاصل کی۔

13- غازی عبداللہ شہید (جو مذکورہ امیر احمد کے دوست تھے) دونوں مجاہدوں نے ایک ساتھ مل کر گستاخ کو مار دیا اور شہادت حاصل کی۔

14- 1941ء میں غازی منظور حسین شہید جن کا تعلق چکوال سے تھا اور سیال شریف مرید تھے، انہوں نے گستاخ ہندو کو واصل جہنم کیا اور شہادت پائی۔

15- 1935ء میں غازی محمد اسحاق شہید جن کا تعلق لاہور سے تھا، انہوں نے گستاخ سکھ کو جہنم رسید کیا اور 1936ء میں پھانسی ہوئی، شہادت نصیب ہوئی۔

16- غازی عبدالمنان شہید نے 17 سال کی عمر میں گستاخ ہندو کو چاقو مار مار کے ختم کر دیا، کم عمر ہونے کی وجہ سے سات سال قید بامشقت سزا پائی۔

17- 1943ء میں غازی بابو معراج دین جو لاہور میں فوج میں تھے، لکھنؤ میں گستاخ سکھ کو جہنم رسید کیا سزائے موت کا حکم ہوا عوامی احتجاج کی وجہ سے عمر قید

ہوگئی۔

18- 1944ء میں غازی محمد حنیف شہید جو ایک قصائی تھے، انہوں نے بھوپال میں قرآن پاک کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بے ادبی کرنے والے گستاخ کو جہنم واصل کر کے تختہ دار پر شہادت پائی۔

19- 1944ء میں غازی غلام محمد شہید جن کا تعلق جہلم سے تھا، نے ایک سکھ جس نے معراج شریف کا مذاق اڑایا، اسے اسی وقت جہنم رسید کر دیا اور اس عشق میں پھانسی کی سزا سے شہادت حاصل کی۔

20- 1944ء میں غازی محمد منیر شہید جو فیروز پور ہسپتال میں چپراسی تھے، انہوں نے ایک گستاخ کو قتل کیا اور عدالت سے پھانسی کی سزا میں شہادت کا اعزاز حاصل کیا۔

21- غلام رسول شہید۔ امرتسر میں پیر جماعت علی شاہ علیہ الرحمہ کی کتاب میں ہے کہ ایک پادری نے گستاخی کی اسے قتل کر دیا اور جامِ شہادت حاصل کیا۔

22- 2006ء میں غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید جن کا تعلق گجرات پاکستان سے تھا، انہوں نے جرمنی میں گستاخ عیسائی کو قتل کیا اور پھانسی کی سزا سے شہادت کا جام پیا۔

23- 2011ء میں غازی ملک ممتاز حسین قادری شہید علیہ الرحمۃ نے سلمان تاثیر (گورنر پنجاب) میں نے قانون توہین رسالت کو کالا قانون قرار دیا، کی وجہ سے انہوں نے مذکورہ گورنر کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے ان کو 2016ء 29 فروری جمادی الاول کو جام شہادت حاصل ہوا۔ انہوں نے پھانسی کا پھندا چوم کر گلے

میں ڈالا، اس وقت وہ پیر میلاد شریف کا دن تھا، غازی ممتاز قادری روزے سے تھے۔ عالمی ریکارڈ کے مطابق راولپنڈی میں نماز جنازہ میں 60 لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ اسلامی حکومت کے اس ظالمانہ فعل سے حکمرانوں کے ماتھے پر نہ مٹنے والا داغ لگ گیا اور جج صاحبان نے لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ جب عدالت میں اسلامی فیصلے نہیں ہوتے تو اب کس عدالت میں جائیں؟

غازی ملک ممتاز حسین قادری کی شہادت کے بعد ایسے لاکھوں غازی پیدا ہو گئے ہیں۔ ملعون کی حمایت کرنے والے اِن شاءاللہ تعالیٰ، اللہ کے عذاب کے لیے تیار ہو جائیں۔ کسی وقت بھی کوئی بھی غازی شہید بن سکتا ہے۔

24- 2014ء میں غازی محمد یوسف قادری نے جھوٹی نبوت کے دعویدار کو قتل کیا اور عاشقوں کی فہرست میں نام لکھوالیا۔ وہ اب بھی جیل میں ہیں۔

25- 2007ء میں غازی محمد ثاقب شکیل قادری صاحب جلالی نے گستاخانہ کتاب لکھنے والے کو جہنم واصل کیا۔

26- 1997ء میں غازی احمد شیر خان نیازی نے گستاخ کو قتل کر دیا۔ عمر قید ہوئی۔

27- 2014ء میں غازی محمد سلیم اسلم قادری نے شرقپور میں قادیانی کو جہنم واصل کیا اور یہ کارنامہ 16 سال کی عمر میں انجام دیا، وہ آج بھی جیل میں ہیں۔

حسنِ یُوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

توہین رسالت کا تدارک

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن

احتجاج کا ایک طریقہ خرید وفروخت بھی ہے، اس وقت دنیا کو "گلوبل ویلج" کہا جاتا ہے، یہ حقیقتاً ایک گاؤں ہے جس میں ہر چیز کا ایک وقت میں ایک شخص خریدار بھی ہوتا ہے اور اسی وقت فروخت کنندہ بھی، یہ حقیقت ہے کہ اس دنیا میں اب کوئی ملک کسی مدد کے بغیر سلامت نہیں رہ سکتا، سب ملک ایک مارکیٹ کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں، جس میں ایک ملک دوسرے کو گندم بیچ رہا ہے، اور اس کے بدلے میں اس سے تیل خرید رہا ہے اور یہ دونوں مل کر کسی تیسرے ملک سے پانی لے رہے ہیں، چنانچہ اس وقت یہ مجبوری احتجاج کا سب سے بہتر طریقہ ہے، اس سلسلہ میں ہم چین کی مثال دے سکتے ہیں، چین اس وقت سوئیاں بنانے والا دنیا کا واحد ملک ہے۔ آپ کپڑے سینے کی مشینوں سے لے کر سرنج کی سوئیوں اور گھڑیوں میں نصب سوئیوں تک کو لے لیں، یہ سب سوئیاں چین میں بنائی جاتی ہیں۔

اس کی بنیادی وجہ مخصوص فولاد ہے جس کے ذریعے یہ سوئیاں بنتی ہیں، وہ فولاد صرف چین میں دستیاب ہے۔ لہٰذا چین دنیا کی صرف سوئیاں بند کر دے تو دنیا کے 182 ممالک مسائل کا شکار ہو جائیں، اسی طرح اس وقت دنیا میں تیل پیدا کرنے والے صرف 11 ممالک ہیں، ان گیارہ ممالک میں 10 اسلامی ممالک ہیں، ان

ممالک نے عرب اسرائیل جنگ کے دوران یورپ کو تیل کی سپلائی بند کر دی تھی جس کے نتیجے میں پورے یورپ اور پورے امریکا میں ٹریفک بند ہو گئی تھی، لوگ پیدل دفتر جاتے تھے اور پیدل گھر آتے تھے۔

تازہ ترین مثال عراق کی ہے، 1992ء میں امریکا عراق جنگ کے بعد اقوام متحدہ نے عراق پر اقتصادی پابندیاں لگا دیں، ان پابندیوں کے نتیجے میں یورپ کی کمپنیوں نے جان بچانے والی ادویات کی سپلائی بند کر دی، جس کے بعد عراق میں صحت کے سنگین مسائل پیدا ہو گئے، اس کے بعد سعودی عرب اور پھر متحدہ عرب امارات نے ڈنمارک کی کمپنی ''آرلے'' کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا، ''آرلے'' ہر سال 3 ارب ڈالر کی ڈیری مصنوعات عرب ممالک کو فروخت کرتی تھی، اس بائیکاٹ کے نتیجے میں یہ کمپنی شدید مالیاتی بحران کا شکار ہو گئی، کمپنی کے ترجمان کا کہنا تھا کہ اگر یہ بائیکاٹ جاری رہتا تو شاید کمپنی کو اپنے ملازمین کی تعداد نصف کرنا پڑ جاتی، اس طرح ''ٹیلی نار'' ناروے کی موبائل فون کمپنی ہے۔ یہ کمپنی اس وقت 21 اسلامی ممالک میں کاروبار کر رہی ہے، خاکوں کی اشاعت کے بعد اسلامی ممالک میں ٹیلی نار کے دفاتر اور تنصیبات پر حملے شروع ہو گئے تو لوگوں نے اس کی سروس بند کر دیں، صرف ایک ماہ میں اس کمپنی کا ریونیو نصف ہو گیا جبکہ اسلامی ممالک میں موجود اس کے نمائندوں نے دھڑا دھڑ چھٹیاں لینا شروع کر دی تھیں۔

گستاخانہ خاکوں کے بارے میں اطلاعات جب پاکستان پہنچیں تو اس وقت ہمارے عوام نے بھی ان پر شدید احتجاج کیا، اس میں کوئی شک نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات وہ ذات اقدس ہے جس پر کوئی مسلمان سمجھوتہ نہیں کر سکتا، توہین رسالت کے بعد

مسلمان کے لیے دوراستے رہ جاتے ہیں، وہ غازی بن کر زندہ رہے یا پھر شہید ہو کر ابدی زندگی پا جائے لیکن بد قسمتی سے ہم نے اس احتجاج کے لیے جو طریقہ استعمال کیا وہ خودکشی سے ملتا جلتا تھا ہم نے دشمن پر حملہ کرنے، اسے اپنا موقف سمجھانے یا اسے کوئی نقصان پہنچانے کی بجائے اپنا نقصان شروع کر دیا تھا جو ہماری نادانی اور حماقت کا ثبوت تھا۔

ہم لوگ آج بھی اسی طرح ڈنمارک کے مکھن کے مزے لوٹ رہے ہیں اور فرانس کی بنی ہوئی خوشبوئیات اور عطریات ملک میں دھڑا دھڑ فروخت اور استعمال ہو رہی ہیں۔ آپ پاکستان کے کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں جا کر دیکھ لیں، آپ کو ناشتے میں مغرب کی بنی ہوئی کھانے پینے کی چیزوں پر اہل وطن دل و جان سے فدا نظر آئیں گے۔

ایسا کیوں ہے؟ یہ کیسا احتجاج ہے؟

جن لوگوں کی زندگیاں اس احتجاج سے متاثر ہونی چاہیں تھیں وہ لوگ اطمینان سے زندگی گزار رہے ہیں یہ غلط ہے۔ ہمیں بنیادی طور پر احتجاج کرنے کا طریقہ نہیں آیا، ہمیں چاہیے کہ ہم صرف خرید و فروخت کو احتجاج کا ذریعہ بنائیں گستاخ ممالک کی مصنوعات خریدنا اور انہیں اپنی مصنوعات بیچنا بند کر دیں۔

عرب ممالک آج فیصلہ کر لیں کہ وہ گستاخ ممالک کو ایک قطرہ تیل نہیں دیں گے، ہم ان ممالک کی کسی کمپنی کی کوئی پراڈکٹ نہیں خریدیں گے، اس کے بعد ہم ڈنمارک اور ناروے کے کاروباری حریف ممالک سے تجارتی معاہدے کریں، ہم ان کے دشمن ممالک سے وہ تمام مصنوعات خریدنا شروع کر دیں جن میں ان ممالک کو اجارہ داری حاصل تھی، اس کے نتیجے میں یہ ممالک شدید، معاشی اور تجارتی بحران کا شکار ہو جائیں گے، کہا جاتا ہے کہ ایک تاجر اپنے والد کو ناراض کر لیتا ہے لیکن وہ گاہک کی ناراضگی

برداشت نہیں کرتا، ہمیں تجارت کی اس نفسیاتی کمزوری کو اپنے احتجاج کا ذریعہ بنانا چاہیے، اس وقت دنیا میں ایک ارب 45 کروڑ مسلمان ہیں یہ تمام مسلمان صابن، ٹوتھ پیسٹ، ہیئر آئل، شیمپو، خوشبو اور ادویات استعمال کرتے ہیں، یہ کپڑے اور جوتے بھی پہنتے ہیں، ان میں سے نصف مسلمانوں کے پاس موبائل بھی ہیں، ان میں سے کم از کم تیس چالیس کروڑ مسلمانوں کے پاس گاڑیاں، ٹیلی ویژن، فریج اور مائیکرو ویو اون بھی ہیں، یہ ایک ارب 45 کروڑ مسلمان یورپ اور امریکا کے گاہک ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم کوئی ملک گاہکوں کی اتنی بڑی تعداد کو ناراض نہیں کرسکتا، اسی طرح ہمارے پاس تیل ہے اور تیل کو اس وقت وہی حیثیت حاصل ہے جو انسانی بدن میں خون کو حاصل ہے، لہٰذا جس طرح انسانی بدن خون کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا بالکل اس طرح آج دنیا تیل کے بغیر نہیں چل سکتی چنانچہ اگر ہم نے احتجاج کرنا ہے تو ہم ایک طرف یورپ کا تیل بند کردیں اور دوسری طرف اپنے اپنے ملک میں یورپ کی مصنوعات کا بائیکاٹ کردیں، یقین کیجیے یورپ اپنی موت آپ مرجائے گا۔

تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ہمارا فرض

اس وقت عالم کفر متحد ہوکر ہمارے پیارے آقا ومولیٰ حضور سرورِ دوجہاں، وجہ تخلیق کون ومکاں، نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت وناموس پر حملہ آور ہے اور اس مقصد کے لیے تمام جدید ابلاغی وسائل (انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، ٹی وی، اخبارات اور رسائل وجرائد وغیرہ) کو بروئے کار لا رہا ہے۔

ان حالات میں ملی غیرت اور دینی حمیت ہر مسلمان کلمہ گو سے سوال کرتی ہے:

کیا آپ نے تحفظ ناموسِ رسالت میں اپنا حصہ ڈال دیا ہے؟

تحفظ ناموسِ رسالت ہر مسلمان پر فرض ہے، کیا آپ اپنا یہ فرض پورا کر رہے ہیں؟

سوچیئے! غور و فکر کیجیے اور اپنے آپ سے سوال کیجیے۔

اگر آپ اربابِ اختیار ہیں تو اپنے اندر یہ احساس پیدا کیجیے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی حرمت کے تحفظ کے حوالہ سے پہلا سوال آپ سے ہی کرے گا، اس لیے اپنے آپ کو اس سوال کے جواب کے لیے تیار کیجیے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کا نور عطا کیا ہے تو اپنے مطالعہ کا رخ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناموس کے تحفظ کی طرف موڑ دیں۔

اگر خالق کائنات نے آپ کو لکھنے کی صلاحیت ودیعت فرمائی ہے تو اپنے افکار و حروف کی حرمت کو حرمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہ نثار کیجیے۔

اگر آپ تعلیم و تعلّم کے شعبہ سے وابستہ ہیں تو اپنے طلباء میں حب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قندیل فروزاں کرنے کے لیے انہیں تحفظ ناموسِ رسالت کا درس دیجیے۔

اگر آپ واعظ ہیں تو اپنے بیان و آہنگ کو تحفظ ناموس رسالت کے لیے وقف کیجیے۔

اگر آپ میڈیا سے منسلک ہیں تو اپنی ابلاغی صلاحیتوں کو اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت کے لیے بروئے کار لائیے۔

اگر آپ اہل ثروت ہیں تو اپنا مال تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے خرچ کیجیے، اللہ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناموس کے لیے خرچ کی ہوئی ایک ایک پائی آپ کے لیے قبر کا نور اور آخرت کا توشہ بنے گی۔

اگر آپ ایک خاتونِ خانہ ہیں تو اپنی اولاد کی تربیت اس نہج پر کیجیے کہ وہ حرمت رسول کے تحفظ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے جذبہ سے سرشار ہو کر پروان چڑھے۔

آپ جس مرتبہ و منصب کے بھی حامل ہیں اور جہاں کہیں بھی ہیں، اپنی صلاحیت اور اپنے وسائل کے مطابق تحفظ ناموس رسالت کے کام میں اپنا حصہ ڈالیں، اپنے احباب اور حلقہ تعارف میں تحفظ ناموس رسالت کا شعور اُجاگر کرنے کے لیے لٹریچر عام کریں اور اس محاذ پر درپیش چیلنجوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے ملت کی شیرازہ بندی میں اپنا کردار ادا کریں۔

مسلمان کیا کریں؟

1- اپنے بیٹوں کے نام میں ''محمد'' کا سابقہ رکھیں کیونکہ ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح نام محمد بھی بہت پیارا ہے۔

2- کسی بھی مغربی ملک کی شہریت سے زیادہ اہمیت ''جنت کی شہریت'' کو دیں اور اس کو حاصل کرنے کے لیے مغربی شہریت سے دستبردار ہونا پڑ جائے تو غیرت ایمان کا ثبوت دیتے ہوئے دنیا کی اس عارضی اور فانی شہریت پر لعنت یوں بھیجیں کہ مغربی شہریت کے دو کوڑی کے کاغذات کو سرعام احتجاج کرتے ہوئے آگ لگا دیں۔

3- علمائے کرام کے متفقہ فتاویٰ کی روشنی میں ہر مسلمان یورپ کی بنی ہوئی مصنوعات بالخصوص خورد ونوش کی اشیاء کے استعمال سے کلیتاً پرہیز کرے۔

4- ہر شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت کے ساتھ اور بالخصوص ہر نماز کے بعد درود و سلام پڑھنا شروع کر دے، فرائض کو کما حقہ ادا کرنا اور بالخصوص حقوق العباد کی ادائیگی

شروع کردے۔

5- ہر شخص سنت کی اتباع شروع کردے، وضو میں مسواک کے کرنے، دائیں ہاتھ سے بیٹھ کر کھانا پینا، مسنون دعاؤں اور السلام علیکم کی کثرت کے ساتھ ساتھ ٹوپی اور عمامہ، داڑھی کی سنتوں پر دلجمعی سے عمل شروع کردے۔

6- ہر عالم، ادیب، دانشور، فلسفی، مفکر، خطیب، استاد، وکیل اپنی صلاحیتوں کو حرمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے استعمال کرے۔

7- اگر آپ دولتمند ہیں تو آپ کا مال و دولت تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے منعقد کیے جانے والے جلسے جلوسوں اور بالخصوص ایسے تحریری مواد کی نشر و اشاعت اور طباعت و کتابت کے لیے وقف ہونا چاہیے۔

8- کفار میں دعوتِ اسلام کا حقیقی معنی میں کام کرنے والے اہل حق علمائے کرام اور مبلغین کے ساتھ بھرپور مالی، جانی، فکری و نظریاتی تعاون کریں۔

9- آپ غلط کو غلط سمجھ کر اس سے علیحدہ ہو جائیں اور حق اور سچ کو صحیح سمجھ کر اس کے ساتھ جڑ جائیں۔

10- ہر مسلمان جو سوشل میڈیا استعمال کرتا ہے زیادہ سے زیادہ محبت رسول کو اپنے انداز سے، حدیث لکھ کر، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف، شمائل، خصائل، فضائل، کمالات کو لکھ لکھ کر پھیلائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہونے والے اعتراضات کا بھرپور جواب دے۔

اجتماعی طور پر

1- اسلام کی دعوت کو صحیح طور پر یہود، ہنود، نصاریٰ اور دوسرے غیر مسلمین تک پہنچانے کے لیے اداروں اور افرادکار کی تیاری کو بھرپور طریقے سے شروع کرنا اور جو

ادارے یہ کام کر رہے ہیں ان کے کام میں بہتری لانے کے لیے بہتر تجاویز کے ساتھ ساتھ مالی اور مطلوب تعاون کرنا۔

2- اسلام، قرآن، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پر لکھی جانے والی کتابوں کی کثرتِ اشاعت اور اس کا تمام یورپی زبانوں میں ترجمہ کے لیے وسائل کی فراہمی۔

3- تمام مسلمانوں کو مل کر بالخصوص مغرب میں رہنے والے مسلمان کو اپنے دفتر، بازار، سکول، کالج، یونیورسٹی، ٹاک شوز، اخبارات، کتابوں پمفلٹ اور دوسرے تبلیغی وشہری ذرائع سے بھرپور اسلام کی دعوت کی مہم (compaign) چلانے کی ضرورت ہے۔

4- پوری امتِ مسلمہ کی خیر خواہی، ترقی، تعلیم وتربیت کے لیے مسلمان اداروں، جماعتوں، مدارس، خانقاہوں، علمی مراکز اور دانش گاہوں کی جنگی بنیادوں پر اس موضوع کے متعلق آگہی پروگرامز کا انعقاد کریں۔

5- امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری، نیکی کا ترک کرنا اور برائیوں اور بدی کے پیچھے دوڑنا، اس امت کو برباد کر رہا ہے، چنانچہ دوست دوست کو، والد اولاد کو، استاد شاگردوں کو، افسر ماتحتوں کو اور حاکمین وقت، اپنی رعایا کو راہِ حق پر چلانے کے لیے بھرپور کوشش کریں۔

6- مسلمان مظلومین کی مدد، خواہ وہ ملک کے اندر ہوں یا ملک سے باہر ہوں۔

7- تمام مسلمان اپنے تعلقات کے دائروں میں رہ کر ایک دوسرے کے لیے نازیبا زبان کے استعمال سے حتی المقدور گریز فرمائیں۔ ان کاموں، جلسوں، تقاریر، تحریروں، بیان بازیوں اور نعروں سے پرہیز کریں جس سے بکھری ہوئی امت مزید منتشر اور تقسیم نہ ہو، وحدتِ امت کے لیے بھرپور کوشش کرنا بھی تمام مسلمانوں کی

مذہبی ذمہ داری ہے اور حرمتِ رسول کا اتباع ہے۔

8- پوری امت کے ذمہ بالعموم اور اہل مال و ثروت اور صاحبان جاہ و مذہب کے ذمہ بالخصوص اس فرض کی ادائیگی قرض ہے کہ وہ فروغ علم کے لیے بکثرت ادارے بالخصوص غریب اور نادار طلباء کے حصول علم کے لیے قائم فرمائیں تاکہ امتِ مسلمہ کی جہالت، پسماندگی اور درماندگی دور ہو سکے۔

9- توہین رسالت کے خلاف ہونے والی پرامن ریلیوں، دھرنوں اور احتجاجوں میں بھرپور دینی ولولے اور عشق مصطفوی کے جذبے سے سرشار ہو کر شرکت کریں۔

10- تمام مسلمان تاجر برادری، مغرب کے گستاخ ممالک کی Products کی Import روک کر ان کو بتادیں کہ ہم نے تمہاری گستاخی کی وجہ سے اس Product کو منگوانا چھوڑ دیا ہے۔

مسلم حکمرانوں کی سطح پر

اسلامی ملک کے صدور اور بادشاہان وقت اور وزرائے اعظم اور نائب صدور، چیئرمین سینٹ، اسپیکر قومی اسمبلی و سینٹ انفرادی و اجتماعی سطح پر اور سرکاری و غیر سرکاری سطح پر توہین رسالت کے مرتکب ملک یا ممالک کے ہم عہدہ افراد سے شدید احتجاج کریں۔

تمام مسلمان حکمران حقیقی معنی میں اللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآن کریم، امت مسلمہ اور اپنی قوم سے حقیقی معنی میں محبت شروع کر دیں، نفس پرستی، زر پرستی، خودغرضی، لالچ، حرص، بدکرداری، بدعملی، بدعہدی، مکر و فریب، جھوٹ، کرپشن سمیت تمام اخلاقی رذائل و مفاسد سے گریز بھی اعانت رسول کی عملی صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ

توفیق عطا فرمائے، آمین۔

1- امت مسلمہ کے تمام حکمران ایک زبان ہوکر اقوام متحدہ کی مطلق آزادی اظہار کے منشور اور دفعات کو ماننے سے انکار کردیں۔

2- اور اگر اس مسئلہ کے لیے بفرض محال کسی Diplomatic سطح پر کوئی مغربی ملک بشمول امریکہ و اقوام متحدہ گفتگو کرنا چاہے تو ایمان کے آخری درجہ کے طور پر UNO کے Covenant on Civil and Political Rights کے آرٹیکل نمبر 3 کے اندر فریڈم آف ایکسپریشن، فریڈم آف اوپینین (Freedom of Openion) اور (Freedom of Press) کے مندرجہ ذیل آرٹیکل کے الفاظ مغرب کو دوبارہ یاد دلوا کر اس پر سختی سے عمل درآمد کا شدید مطالبہ کریں۔

The exercise of the right provided in paragraph two of this article carries with its' special duties and responcibilities.

ترجمہ: اس آرٹیکل کے دوسرے پیراگراف میں دیئے جانے والے حق آزادی اظہار، آزادی افکار اور آزادی پریس اپنے ساتھ زبردست فرائض اور ذمہ داری کا تقاضا کرتے ہیں۔

3- پوری امت مسلمہ توہین رسالت کے مرتکب شخص یا ادارہ کے ذمہ داروں کا بیک آواز حوالگی کا مطالبہ کرے تاکہ اس پر کسی بھی اسلامی ملک میں (جو پہلے سے طے کرلیا جائے) مسلمان جج مقدمہ چلا کر اس کی رہائی یا سزا کا فیصلہ کرے۔

4- ایسا مسلمان شخص جو کسی توہین کے مرتکب ملزم کو جہنم واصل کردے اس کے لیے

با قاعدہ جرأت و بہادری کا انعام، تمغہ دینے کا اعلان کردیں، جس طرح سابقہ حکومت میں بلور نے کیا تھا۔

5- اسلامی ادارے NGO's ایسے شخص کے خاندان کی بیوی بچوں کے کفالت کی مکمل ذمہ داری اپنے ذمہ لے۔

6- ہر ملک ایسے فرد کو جو مشرق یا مغرب میں توہین رسالت، توہین قرآن کا مرتکب ہو اس کو اپنا مفرور یا مجرم قرار دے اور با قاعدہ اس کی حوالگی کے لیے مطالبہ کرے۔

7- جس ملک کا شہری اس طرح کی خباثت میں ملوث ہو، ہر مسلمان ملک کی پارلیمنٹ اس ملک کی پارلیمنٹ اور اقوام متحدہ سے ایسے شخص کی گرفتاری اور پھر حوالگی کا مطالبہ کرے۔

8- اسلامی مما لک کے اراکین قومی اسمبلی، پارلیمنٹ اور صوبائی اور قومی، سینیٹ و صوبائی اسمبلی کے وزراء انفرادی خطوط میں ایسے ملک کے تمام اراکین پارلیمنٹ کو مفصل اور مدلل خطوط لکھ کر اہانت کرنے والے فرد، افراد، ادارہ اور ان کی پشت پناہ حکومت کی خوب خوب مذمت کریں۔

9- مغربی مما لک کے سفراء کو اپنے اپنے ملکوں میں طلب کر کے ان سے حکومتی سطح پر شدید، احتجاج کیا جائے اور اگر کوئی ملک اپنی ضد پر اڑا ہوا ہو تو پھر اس سے تمام تر سفارتی تعلقات منقطع کر کے اپنے سفیر کو واپس بلا کر تمام کاروبار و تجارت روک دی جائے اور اس ملک کی اسلامی ملک اور مما لک میں کام کرنے والی کمپنیوں کو ملک بدر کر دیا جائے۔

10- توہین کے مرتکب مما لک کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیا جانا نہایت ضروری

ہے تاکہ ان ممالک کو معاشی واقتصادی جھٹکا دیا جا سکے۔

11- مسلمان ممالک کے حکمرانوں کو سرکاری سطح پر ''حقوق رسالت'' آگہی پروگرام اپنی سرپرستی یا وزارتِ مذہبی امور کی سرپرستی میں شروع کرنے کی شدید ضرورت ہے، تاکہ عوام جاہلوں اور بے گانوں کی طرح اس مسئلہ کو دیکھنے کے بجائے، مکمل علم وآگہی کے ساتھ ایسے مواقع پر اپنا حصہ ملا سکیں۔

12- سرکاری سطح پر سوشل میڈیا کے ذریعے (War of Blasphamy) پر اس عمل کے (Counter Blasphamy) مہم چلا کر مغرب کو اس کا بھرپور جواب دے، جس کے لیے انگریزی جاننے والے دینی علماء اور قانونی ماہرین کی ٹیم نہیں، بلکہ ٹیمیں ہوں جو اس موضوع پر (Think Tank) کا کام بھی کریں۔

13- قومی اسمبلی یا سینٹ کی ''انسداد توہین شعائر اسلام'' کی متحرک یا فعال کمیٹی یا باقاعدہ ایک وزارت بنا دی جائے جو اس موضوع کے جملہ مشمولات، اطراف و جوانب پر اپنی بھرپور تیاری کر کے رکھے اور وقت پڑنے پر حکومت اور دوسرے اداروں اور سیاسی رہنماؤں کو رہنمائی فراہم کرے۔

14- تمام وزراء اور حکومتی مشینری کے اہم عہدیداران کو ورکشاپس اور سمینارز کے ذریعے سے اس موضوع پر دینی، علمی، نظریاتی اور قانونی اعتبار سے بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو حقوقِ رسالت کی ادائیگی کی توفیق اور تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے اپنے جان و مال کو قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

تحفظ ختم نبوت اور مفتی اعظم ہند
مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری رحمۃ اللہ علیہ

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف اصغر اور خلیفہ علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (1310ھ/1892ء-1402ھ/1981ء) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔آپ کا اصل نام "محمد" عرفی نام "مصطفیٰ رضا" اور تخلص "نوری" ہے۔

ابتدائی تعلیم برادرِ اکبر حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔اپنے والد بزرگوار سے علوم اسلامیہ میں دسترس حاصل کی۔آپ کو فقاہت میں ایسا کمال حاصل ہوا کہ مفتی اعظم ہند کا لقب آپ کی پہچان بن گیا۔آپ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع تھا۔حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا تھا۔احقاق حق اور ابطال باطل کا جذبہ آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔آپ نے اسلام اور سنیت کی تبلیغ واشاعت میں نہایت نمایاں کردار ادا کیا ہے۔کلمۂ حق کہنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

آپ کے رہوار قلم سے مختلف موضوعات پر درجنوں کتابیں سامنے آئیں۔

آپ کے فتاویٰ کا ایک ضخیم مجموعہ فتاویٰ مفتیٔ اعظم (۷ جلد) کے عنوان سے شائع ہو کر سامنے آچکا ہے۔ ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ میں آپ کا کردار نہایت نمایاں ہے۔ اسلام اور مسلمین کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کا نہایت مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کی ہوئی جماعت ''انصار الاسلام'' کے آپ عالم شباب میں رکن رہے۔ اس کے تحت آپ نے حفاظت مقامات مقدسہ اور مظلومین ترک کی امداد و اعانت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کی ہوئی دوسری جماعت ''رضائے مصطفیٰ'' کے بھی آپ رکن رہے۔ اس جماعت کا اولیں مقصد ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت کا تحفظ'' تھا۔ اس جماعت کے تحت آپ نے ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ میں اہم کردار ادا کیا۔ اس پر جماعت کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتابیں اور ملک بھر میں علماء ومشائخ کی تبلیغی خدمات شاہد وناطق ہیں۔

جماعت رضائے مصطفیٰ کے جن علماء ومشائخ نے فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کی ان میں آپ کا کردار قائدانہ رہا۔ جماعت کے مناظرین کے سامنے قادیانی جتھے دُم دبا کر بھاگے۔ اپریل 1926ء میں جب سنی علماء ومشائخ نے ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا قیام فرمایا تو اس کے بھی آپ اہم رکن مقرر ہوئے۔ کانفرنس کے تحت مختلف اجلاسوں میں آپ نے اسلامی تشخص کے حوالے سے نہایت جاندار خطبات ارشاد فرمائے۔ علماء ومشائخ نے قادیانیت کا ردبلیغ فرما کر عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ فرمایا۔

آپ کے فتاویٰ میں بھی ناموسِ رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے کئی

فتوے ملتے ہیں۔ آپ اپنے رسالے الرمح الدیانی علی رأس الوسواس الشیطانی (1331ھ) میں فریق مخالف کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''نیچری بھی بجہنم اس نے اس عبارت میں مرزائیوں کو بھی مسلمان بتایا اور مسلمانوں سے ان کے وہ ملعون اختلافات کہ خاتم النبیین کا انکار کرنا مرزا دجال کو نبی ماننا، اسے اگلے بہت انبیاء سے افضل جاننا، اگلے چار سو پیغمبروں کی پیشین گوئی جھوٹی ٹھہرانا، سیدنا مسیح رسول اللہ کو سڑی سڑی گالیاں دینا، ان کے معجزات کو مسمیریزم بتانا، ان کی نبوت کو باطل و بے دلیل بلکہ خلاف دلیل و ناممکن الثبوت کہنا ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ پر یہود ملاعنہ کے طعنوں کو لاجواب قرار دینا وغیرہ وغیرہ سب فروعی ٹھہرائے تو قطعاً یہ بھی انہی کی طرح ان تمام ضروریات دین کا منکر اور قطعاً اجماعاً مرتد کافر ہے۔''

(مجموعہ رسائل امام المشائخ تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم قدس سرہ۔ جلد دوم۔ ترتیب: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف۔ 1436ھ/2015ء ص98)

اس کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی نظریاتی اور اعتقادی دنیا میں شہرہ آفاق کتاب ''حسام الحرمین'' سے مرزا قادیانی آنجہانی کے خلاف فتویٰ تکفیر پیش فرمایا ہے۔

آپ نے اپنے رسالہ ''تصحیح یقین بر ختم نبیین'' میں قرآن واحادیث سے لفظ ''خاتم النبیین'' کے معنی ومفہوم کی نہایت احسن انداز میں وضاحت فرمائی ہے اور معترضین کے لغو اعتراضات کا نہایت مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے اس رسالہ سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے اور جانئے کہ برصغیر میں

انکارِ ختم نبوت کا فتنہ کیسے پروان چڑھا، آپ رقم طراز ہیں: پہلے اس کی تمہید اٹھاؤ یعنی ختم نبوت کا انکار اور قرآن عظیم میں جو ''خاتم النبیین'' صاف فرمایا گیا ہے اس کی تاویلیں کرو سب میں پہلے اس کی کوشش اسماعیل دہلوی نے کی کہ کہا: خدا تو قادر ہے کہ ایک آن میں محمد جیسے کروڑوں پیدا کر ڈالے۔ مگر اسے ادعائے نبوت کا وقت نہ ملا، پھر اس کی اس ناپاک کوشش سے قاسم نانوتوی نے فائدہ اٹھانا چاہا اور تحذیر الناس اسی بارے میں تصنیف کی مگر وقت کی بات کہ وہ بھی اس کا وقت نہ پاسکا اور قبل اس کے کہ وہ دعویٰ نبوت کرے دنیا سے اُٹھ گیا، پھر ان دونوں کے کئے سے قادیانی نے فائدہ اٹھایا اور بڑے شد و مد سے دعویٰ نبوت و مسیحیت کیا اور ایک قادیانی ہی کیا اکثر کو ان بے ہودہ کوششوں سے اپنے ناپاک مقصد میں مدد ملی، گھر گھر نبوت کے دعوے ہونے لگے، مسموع ہوا کہ اب بھی کوئی احمد الزماں نامی مدعی نبوت ہے، آج ہمدم 28/ اکتوبر ہمارے سامنے ہے، اس کے مراسلات میں ایک حیدر آبادی صاحب نے ایک اور مجہول منکر ختم نبوت کا بے سرو پا مضمون شائع کرایا ہے اور اس کے رد کی استدعا کی ہے، اول ہم تحقیق مسئلہ کریں پھر مجہول صاحب کے جنون کا علاج۔ (ایضاً، ص193)

رسالہ کی آخری سطور بھی ملاحظہ فرمالیں: مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے صاف ارشاد فرمایا ''وخاتم النبیین''۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اب تک سب یہی سمجھے کہ حضور سب میں آخری نبی ہیں اور حضور کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، آج کل چند مُلحد، بے دین اگر کچھ خرافات، ہزلیات بکیں کیا قابلِ التفات ہوں۔ (ایضاً، ص216)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک منظوم کتاب الاستمداد علی اجیال الارتداد (1337ھ) لکھی جس میں پہلے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ نعت پیش کیا ہے اور پھر برصغیر میں اٹھنے والے تمام فتنوں کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استمداد طلب کی ہے۔ شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح اورحواشی کشف ضلال دیو بند (1337ھ) کے عنوان سے لکھے جنہیں بے حد شہرت حاصل ہوئی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر میں فرماتے ہیں:

اسرا رویت ختم نبوت

سب کو عدم میں لاتے یہ ہیں

اس کی شرح لکھتے ہوئے مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مولیٰ عزوجل نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاکھوں فضائل عالیہ خاصہ عطا فرمائے کہ کسی نبی ورسول نے نہ پائے، ازاں جملہ فوق سماوات معراج ہونا، اس زندگی میں دیدار الٰہی ہوا، خاتم النبیین ہونا، ظاہر ہے کہ یہ فضائل فقط رسول کہنے میں نہیں آسکتے۔ ورنہ رسول تو سب ہیں، سبھی میں ہوتے لیکن امام الوھابیہ کے نزدیک حضور کی جتنی خوبیاں، جتنے کمال ہیں سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں تو صاف کہہ دیا کہ حضور میں کوئی خوبی، کوئی کمال ایسا نہیں جو سب رسولوں میں نہ ہو، یہ معراج ودیدار وختم نبوت وشفاعت کبری وافضلیت مطلقہ وغیرہا تمام خصائص حضور سے صریح انکار اور کھلا کفر ہوا۔ (ایضاً، جلد اول، ص50)

آپ کے نعتیہ مجموعہ ''سامانِ بخشش'' میں بھی عقیدہ ختم نبوت کے لئے سامان موجود ہے۔ چند مثالیں دیکھئے:

تم ہو فتح باب نبوت
تم سے ختم دور رسالت
ان کی پچھلی فضیلت والے
صلی اللہ علیک وسلم، صلی اللہ،صلی اللہ

تمہیں سے فتح فرمائی تمہیں پر ختم فرمائی!
رسل کی ابتدا تم ہو نبی کی انتہا تم ہو

تمہارے بعد پیدا ہو نبی کوئی نہیں ممکن
نبوت ختم ہے تم پر کہ ختم الانبیاء تم ہو

المختصر حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ عمر بھر ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے محافظ بن کر رہے۔ آپ کی خدمات جلیلہ کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ختم نبوت کے اس محافظ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہٖ واولیاء امتہ وعلماملتہ اجمعین۔

عقیدہ ختم نبوت اور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان الازہری رحمۃ اللہ علیہ

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری برکاتی بریلوی الازہری رحمۃ اللہ علیہ (م1439ھ/2018ء) خانوادہ رضویہ کے ایک فرد فرید ہیں۔ آپ کا اصل نام محمد، عرفی نام محمد اختر رضا خان قادری، گھر میں محمد اسماعیل رضا کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ لیکن عالم اسلام میں تاج الشریعہ کے لقب سے ایسے ملقب ہوئے کہ یہ آپ کی پہچان بن گیا۔

25/فروری 1942ء آپ کی تاریخ پیدائش ہے۔ آپ کے والد گرامی مفسر قرآن مولانا محمد ابراہیم رضا خان جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ابتدائی تعلیم وتربیت گھر میں حاصل کی۔ چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں آپ کے والد گرامی نے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں آپ کو لے جا کر بسم اللہ خوانی کی نہایت خوب صورت تقریب منعقد فرمائی اور دعوت کا اہتمام فرمایا آپ کے نانا جان مفتی اعظم ہند علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان نوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بسم اللہ پڑھائی۔

قرآن کریم ناظرہ اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا اور اردو کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ پھر آپ کو دارالعلوم منظر اسلام ہی داخل کرایا گیا یہاں آپ نے نحو میر،

منشعب سے لے کر ہدایہ آخرین تک پڑھیں۔

1963ء میں آپ مصر گئے اور جامعۃ الازہر میں کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا اور وہاں آپ نے تین سال تک اکتساب علم کیا۔ دوسرے سال امتحان میں آپ نے پہلی پوزیشن حاصل فرمائی۔ 1966ء میں جب فارغ ہوئے صدر جمال عبدالناصر نے خود آپ کو ''جامعۃ الازہر ایوارڈ'' اور سند عطا کی۔

آپ کے اساتذہ کرام میں علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان نوری، مولانا مفتی سید افضل حسین مونگیری رضوی، مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خان جیلانی، فضیلۃ الشیخ محمد سماعی (مصر)، الشیخ محمود عبدالغفار (مصر) مولانا مفتی محمد احمد جہاں گیر خان رضوی اعظمی، اور ریحان ملت مولانا محمد ریحان رضا خان رحمانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی نہایت نمایاں ہیں۔ 1967ء میں آپ نے اپنے مادر علمی دارالعلوم منظر اسلام میں تدریسی خدمات شروع کیں۔ 1978ء میں صدرالمدرسین بنے، اور ساتھ ہی دارالافتاء کی ذمہ داری بھی سنبھالی

3/نومبر 1968ء کو حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔ آپ کی اولاد امجاد میں پانچ دختران اور فرزند ارجمند علامہ مولانا محمد عسجد رضا خان صاحب زید مجدہ ہیں جو ماشاءاللہ، آپ کے جانشین بھی ہیں۔ آپ نے تبلیغ واشاعت کی خاطر سیر وافی الارض کے تحت پاک وہند عرب امارات، افریقہ اور یورپ میں کئی تبلیغی دورے کیے۔ کئی اداروں کی نگرانی اور سرپرستی فرمائی۔ بریلی شریف سے ماہ نامہ ''سنی دنیا'' کا اجراء فرمایا جو نہایت کامیابی سے جاری رہا۔ آپ نے 80 کے قریب مختلف موضوعات پر کتب ورسائل لکھے، تراجم

کئے اور حواشی لکھے۔ آپ کے فتاویٰ (فتاویٰ تاج الشریعہ) کو نہایت آب و تاب سے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر نہایت عالمانہ اور عارفانہ انداز میں خطبات ارشاد فرمائے۔

ضرورت ہے کہ آپ کی تمام تقاریر اور خطبات کو نہایت احسن انداز میں یکجا کر کے خطبات تاج الشریعہ کے نام سے شائع کیا جائے تاکہ آپ کی شان خطابت بھی دکھائی جائے۔ بچپن ہی میں آپ کو مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرمالیا تھا اور پھر 20 سال بعد آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرما دیا۔ آپ ایک بہترین نعت گو شاعر ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں سوز وگداز اور عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عناصر نمایاں ہیں۔ آپ کے کلام ''سفینۂ بخشش'' میں صاحب مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی شہر مدینہ سے محبت وعقیدت اک اک مصرع اور اک اک شعر سے مترشح ہے۔

تم چلو ہم چلیں سب مدینے چلیں
جانب طیبہ سب کے سفینے چلیں
خلد زار طیبہ کا اس طرح سفر ہوتا
پیچھے پیچھے سر جاتا آگے آگے دل جاتا

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در اقدس پر بلایا آپ کے دل کے ارمان پورے فرما دیئے۔ آپ نے چھے بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ پہلا حج 1983ھ، دوسرا 1986ء، تیسرا 1987ء، چوتھا 2008ء، پانچواں 2009ء، اور چھٹا 2010ء میں کیا۔ بے شمار بار عمرہ اور بارگاہِ

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

آپ کی ساری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل میں بسر ہوئی۔عقیدہ ختم نبوت اور ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔آپ کے پردادا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1340ھ/1921ء) کی اعتقادی اور نظریاتی خدمات جلیلہ سے عالم اسلام بخوبی آگاہ ہے۔

آپ کے دادا جان حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ/1943ء) نے 1315ھ/1898ء میں الصارم الربانی علی اسراف القادیانی لکھ کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کی دنیائے ارضی پر دوبارہ تشریف آوری قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کر کے مرزا قادیانی آنجہانی کے مکر وفریب کو طشت از بام فرما دیا۔

آپ کے نانا مفتی اعظم ہند علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1402ھ/1981ء) نے تصحیح یقین بر ختم نبیین لکھ کر خاتم النبیین کی نہایت احسن انداز میں وضاحت فرمائی اور قادیانیت ذریت کے مکر وفریب کا پردہ چاک فرمایا۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

1320ھ/1902ء میں سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ عربی میں لکھی گئی شہرہ آفاق کتاب المعتقد المنتقد پر آپ کے پردادا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت عالمانہ اور

عارفانہ انداز میں المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد کے نام سے عربی میں حواشی لکھے۔ ان کا اردو زبان میں ترجمہ کرنے کی سعادت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری برکاتی بریلوی الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے حصے میں آئی۔ آپ نے افادہ عام کے لیے اس کا رواں دواں ترجمہ فرمایا ہے۔ ان حواشی میں بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گمراہ فرقوں اور ان کے سرغنوں کا ذکر کرتے ہوئے مرزا قادیانی آنجہانی کی بھی خبر لی ہے۔

آپ فرماتے ہیں: یہ مرزا ان جھوٹے دجالوں میں سے ہے جن کے خروج کی خبر صادق ومصدوق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی، یہ دجال مرزا قادیانی اس زمانے میں موضع قادیان واقع پنجاب میں نکلا۔

امریکا کے شہر ہوسٹن میں جب قادیانی ذریت نے سر اٹھانا شروع کیا علامہ مولانا محمد قمر الحسن قادری بستوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے وہاں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا اور اس کی صدارت کے لیے تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی طور پر دعوت دی گئی۔ 20/ اگست 2000ء کو ہوسٹن شہر میں تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ صدارت ختم نبوت کانفرنس کا آغاز ہوا۔ نظامت کے فرائض علامہ محمد قمر الحسن قادری بستوی صاحب زید مجدہ نے خود سنبھالے۔ اس میں ایشیا، یورپ اور امریکا کے علماء ومشائخ نے بھرپور شرکت کی۔ سب سے پہلے مقامی علماء کرام نے خطابات فرمائے، مولانا بابر رحمانی ڈیلاس، مفتی احمد القادری ڈیلاس، مفتی حفیظ الرحمٰن شکاگو، علامہ بدر القادری ہالینڈ، پھر محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ، اس کے بعد مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی نے ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے رد میں دلائل و

براہین کی روشنی میں شاندار خطبات ارشاد فرمائے۔

مولانا مسعود رضا، مولانا غلام زرقانی اور مولانا عبدالرب مقامی علماء کرام بھی اس سٹیج کی زینت تھے۔ آخر میں تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا اور نہایت رقت آمیز دعا فرمائی اور قادیانیوں سے ہوشیار رہنے کی تاکید فرمائی۔

علامہ محمد قمر الحسن قادری بستوی صاحب وامت برکاتہم اس کانفرنس کے اثرات کے بارے میں فرماتے ہیں: اس کانفرنس کا اثر یہ ہوا کہ قادیانی کا اثر کم ہوگیا، جب کہ اس کے ساتھ ہی دیوبندیت پر بھی حرف گیری کی گئی اور تحذیر الناس کے نظریاتی کردار کو بھی واضح کیا گیا، لوگوں نے محسوس کیا کہ قادیانیت کا زہر کہاں سے پھیلا، علماء نے صراحت کے ساتھ تحذیر الناس کی عبارت پر بحث کی اور اس کے پرخچے اڑا دیئے۔

ملک محمد محبوب الرسول قادری نے مارچ 2001ء میں آپ کا ایک مفصل انٹرویو لیا جو ماہ نامہ ''سوئے حجاز'' لاہور میں شائع ہوا۔ اس انٹرویو میں بھی تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت دردمندانہ انداز میں قادیانیت کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ فرمایا اور ان کا ناطقہ بند کرنے پر زور دیا۔ آپ نے فرمایا: عقائد کے تحفظ کے لئے ٹھوس بنیادوں پر کام کی ضرورت ہے، قادیانی یورپ میں اسلام کے نام پر اپنا کام کئے جا رہے ہیں، ان کا ناطقہ بند کرنے کی ضرورت ہے، ہر سنی فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔

7/ذی القعدہ 1439ھ/20/جولائی 2018ء بروز جمعۃ المبارک کی اذان مغرب رضا مسجد میں گونجی، تاج الشریعہ اذان کے کلمات دہرا رہے ہیں، نماز کے لئے

تیار ہیں، باوضو ہیں، آپ اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان محمد رسول اللہ، لا الہ الا اللہ کی دل آویز صدائیں بلند کرتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دیکھنے والو! جی بھر کے دیکھو ہمیں

کل نہ رونا کہ اختر میاں چل دیئے

آپ کی وفات حسرت آیات سے سارا عالم اسلام مغموم ہو کر رہ گیا۔ آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے دور دراز سے علماء و مشائخ، سادات کرام، ارباب علم و قلم پہنچے۔ بریلی شریف میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ کوچہ و بازار میں بھی انسانوں کا ایک سمندر امنڈتا ہوا نظر آتا تھا۔ انڈیا میڈیا نے جنازے کے مناظر براہ راست دکھانے کا اہتمام کیا تھا۔ آپ کا جنازہ حق و باطل میں فیصلہ کر گیا۔ جنازے کے مناظر دیکھ کر آپ کے مخالفین اور حاسدین بھی انگلیاں دانتوں میں دبائے دم بخود رہ گئے۔

المختصر ختم نبوت کا ایک محافظ جب دنیا سے گیا تو سب دیکھتے ہی رہ گئے۔ اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب پر بھی اپنا فضل و کرم فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہٖ واولیاء امتہ وعلماملتہ اجمعین۔

شانِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں ناشائستہ الفاظ کا استعمال کفر ہے

از اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ، فقیہہِ اعظم الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ [1]

اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ مولانا الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک سوال پیش ہوا کہ فلاں مقام پر طالب علموں کو ایک ایسا پرچہ حل کرنے کے لیے دیا گیا ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین آمیز الفاظ موجود ہیں، اُس پرچے کو دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو فتویٰ دیا، ملاحظہ فرمائیں:

الجواب

رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ (المومنون: ۹۷، ۹۸) وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ (التوبۃ: ۶۱) اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ (الاحزاب: ۵۷) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ (سورہ ہود: ۱۸)

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا

---

1. فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، صفحہ ۳۸، کتاب السیر، مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی
فتاویٰ رضویہ (جدید)، جلد ۱۴، ص ۲۹۷، رضا فاؤنڈیشن، لاہور

(جس میں شان حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ناشائستہ الفاظ استعمال کیے گئے) وہ کافر مرتد ہے۔ جس جس نے اِس پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھا وہ کافر مرتد، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے اِس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے یا اسے ہلکا جانا یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا وہ سب بھی کافر مرتد، بالغ ہوں، خواہ نابالغ۔

ان چاروں فریق میں ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام، نشست و برخاست حرام، بیمار پڑے تو اُس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اُس کے جنازے میں شرکت حرام، اُسے غسل دینا حرام، اُس پر نماز پڑھنا حرام، کفن دینا حرام، اُس کا جنازہ اُٹھانا حرام، اُسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اُسے ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر و قاطع اِسلام، جب اُن میں کوئی مرجائے اُس کے اعزہ و اقربا مسلمین اگر حکم شرع مانیں تو اُس کی لاش دفع عفونت کے لیے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اُوپر سے آگ، پتھر جو چاہیں پھینک کر پاٹ بھر دیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو، یہ احکام ان سب کے لیے عام ہیں۔

اور جو جو ان میں نکاح کیے ہوئے ہیں اُن سب کی جوروئیں (بیویاں) اُن کے نکاحوں سے نکل گئیں، اب اگر قربت ہوگی حرام، حرام، حرام اور زنائے خالص ہوگی اور اس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی۔ عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں۔ ان میں جسے ہدایت ہو اور توبہ کرلے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہو، اُس وقت یہ احکام جو اُن کی موت کے متعلق تھے

منتہی ہوں گے اور وہ ممانعت جو ان سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی یہاں تک کہ ان کے حال سے صدقِ ندامت وخلوص توبہ وصحت اسلام ظاہر وروشن ہوں، مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں، انہیں اب بھی اختیار ہوگا، چاہیں تو دوسرے سے نکاح کرلیں یا کسی سے نہ کریں اُن پر کوئی جبر نہیں پہنچتا۔ ہاں ان کی مرضی ہوتو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کرسکتی ہیں۔ (شفاء شریف، صفحہ نمبر ۳۲۱)

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءِ اِنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ ﷺ اَلْمُتَنَقِّصُ لَہٗ کَافِرٌ وَالْوَعِیْدُ جَارٌ عَلَیْہِ بِعَذَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَر

(کتاب الشفاء، القسم الرابع فی وجوہ الاحکام فی من تنقص، الباب الاول، ج ۲:۲۰۸ طبع ترکی)

یعنی اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اُس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور جو اس کو کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہوگیا۔

''نسیم الریاض'' جلد چہارم ص ۳۸۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے:

ما صرح بہ من کفر الساب والشاك فی کفرہ ھو ما علیہ ائمتنا وغیرھم

یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اُس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، یہی مذہب ہمارے آئمہ وغیرہم کا ہے۔

''وجیز امام کردری'' جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ پر ہے:

لو ارتد والعیاذ باللہ تعالٰی تحرم امرأتہ ویجد دا النکاح بعد اسلامہ والمولود بینھما قبل تجدید النکاح بالوطنی بعد التکلم

بکلمة الکفر ولد زنا ثم ان اتی بکلمة الشهادة علی العادة لا یجدیه مالم یرجع عما قاله لان باتیانهما علی العادة لا یرتفع الکفر اذا سب الرسول ﷺ او واحد من الانبیاء فلا توبة له واذا شتمه علیه الصلوة السلام سکران یعفی واجمع العلماء ان شاتمه کافر ومن شك فی عذابه و کفره کفر ملتقطا کا کثر الاواتی للاختصار۔

یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہو جائے اُس کی عورت حرام ہو جاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اُس سے جدید نکاح کیا جائے۔ اس سے پہلے کلمہ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ پیدا ہوگا، حرام ہوگا اور یہ شخص عادت کے طور پر کلمۂ شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے دُنیا میں بعد توبہ بھی اسے سزا دی جائے گی، یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں گستاخی بکا جب بھی معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے اُمت کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش فتاویٰ ہندیہ، الفصل الثانی، النوع الاول ج ۶ ص ۳۲۱، ۳۲۲، نورانی کتب خانہ پشاور)

"فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق" جلد چہارم صفحہ ۴۰۷ (باب احکام المرتدین) میں ہے:

کل من ابغض رسول الله ﷺ بقلبه کان مرتدا فالساب بطریق اولی وان سب سکران لا یعفی عنه

یعنی جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کینہ ہے، وہ مرتد ہے، تو گستاخی کرنے والا بدرجہ اولیٰ کافر ہے اور اگر نشہ بلا اکراہ پیا اور اس حالت میں کلمۂ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

''بحر الرائق'' جلد پنجم صفحہ ۱۳۵ (باب احکام المرتدین) میں بعینہ کلمہ مذکور ذکر کرکے صفحہ ۱۳۶ پر فرمایا:

سب واحد من الانبیاء کذالك فلا یفید الانکار مع البینة لانا نجعل انکار الردة توبة ان کانت مقبولة

یعنی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے یہی حکم ہے کہ اُسے معافی نہ دیں گے اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کے لیے ہے توبہ تو وہاں قرار پاتا ہے جہاں توبہ سنی جائے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں اس سے یہاں اصلاً معافی نہ دیں گے۔

''درر الحکام علامہ مولیٰ خسرو'' جلد اول صفحہ ۲۹۹ (فصل فی الجزیہ) پر ہے:

اذا سبہ ﷺ او واحدا من الانبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین، مسلم فلا توبة له اصلا واجمع العلماء ان شائمه کافر ومن شك فی عذابه و کفره کفر۔

یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اُسے ہرگز معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے اُمت مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

''غنیۃ ذوالاحکام'' صفحہ ۳۰۱ (باب المرتد) میں ہے:

محل قبول توبة المرتد مالم تكن ردته بسب النبی ﷺ فان كان به لاتقبل توبته سواء جاء تائبا من نفسه اوشهد عليه بذالك بخلاف غيره من المكفرات

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں، ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر اس کافر مرتد کے لیے اس کی اجازت نہیں۔

''الاشباہ والنظائر قلمی'' باب الردۃ:

لاتصح ردة السكران الا الردة بسب النبی ﷺ فانه لا يعفى عنه كذا فی المزازية وحكم الردة بينونة امراته مطلقا (ای سواء رجع اولم يرجع غمز العيون) واذا مات على ردته لم يدفن فی مقابر المسلمين ولا اهل ملة وانما يلقى فی حفرة كالكلب والمرتد اقبح كفرا من الكافر الاصلی واذا شهدوا على مسلم بالردة وهو منكر لايتعرض له لا لتكذيب الشهود العدول بل لان انكارة توبة و رجوع فتثبت الاحكام التی للمرتد ماتاب من حبط الاعمال وبينونة الزوجة وقوله لا يتعرض له انما هو فی مرتد تقبل توبته فی الدنيا لا اردة بسب النبی ﷺ الاولى تنكير النبی ﷺ كما عبر به فيما سبق غمز العيون.

یعنی نشہ کی بیہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اُسے بوجہ بیہوشی کافر نہ کہیں گے نہ سزائے کفر دیں گے، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بیہوشی سے بھی صادر ہوا تو اُسے معافی نہ دیں گے۔ ''کذا فی البزازیہ'' اور معاذ اللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اُس کی عورت فوراً اُس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اگر یہ

بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی اور جب وہ اسی ارتداد پر مر جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ تو اُسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں، نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی کے گورستان میں دفن کیا جائے، وہ تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے، مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے اور اگر کسی مسلمان پر گواہانِ عادل شہادت دیں کہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہو گیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے نہ اس لیے کہ گواہانِ عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لیے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ و رجوع سمجھیں گے ولہٰذا گواہانِ عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہو گا کہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا اور اب توبہ کر لی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کریں گے کہ اس کے تمام اعمال حبط (بیکار) ہو گئے اور جورو (بیوی) نکاح سے باہر، باقی سزا نہ دی جائے گی، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا سے دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہیں تھی اور نہ کسی اور نبی کی شان میں گستاخی علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

"فتاویٰ خیریہ علامہ خیر الدین رملی" اُستاذ صاحبِ درمختار جلد اول صفحہ ۹۵ (باب المرتدین) پر فرماتے ہیں:

من سب رسول اللہ ﷺ فانہ مرتد و حکمہ حکم المرتدین ویفعل بہ ما یفعل بالمرتدین ولا توبۃ لہ اصلا وجمع العلماء انہ کافر ومن شك فی کفرہ کفر ملتقطا۔

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ کریم میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے، اُس کا حکم وہی ہے جو مرتدوں کا ہے، اس سے وہی برتاؤ کیا جائے جو مرتدوں سے کرنے کا حکم دیا گیا

ہے اور اُسے دنیا میں کسی طرح معافی نہ دیں گے اور باجماعِ تمام علمائے امت وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

''مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر'' جلد اول صفحہ ۶۱۸ (باب الجزیہ) پر ہے:

اذا سبہ ﷺ او واحدا من الانبیاء مسلم ولو سکران فلا توبۃ لہ تنجیہ کالزندیق ومن شك فی عذابہ کفرہ فقد کفر۔

یعنی مسلمان کہلا کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ نشہ کی حالت میں تو اس کی توبہ پر بھی اُسے معافی نہ دیں گے جیسے دہریے بے دین کی توبہ نہ سنی جائے گی اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

''ذخیرۃ العقبیٰ'' علامہ اخی یوسف صفحہ ۲۴۰ (کتاب الجہاد باب الجزیہ) پر ہے:

قد اجمعت الامۃ علی ان الاستخفاف بنبینا ﷺ وبای نبی کان علیہم الصلاۃ والسلام کفر سواء فعلہ علی ذالك مستحلا ام فعلہ معتقد الحرمۃ ولیس بین العلماء خلاف فی ذالك ومن شك فی کفرہ وعذابہ کفر۔

یعنی بے شک تمام اُمتِ مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خواہ کسی نبی کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے، خواہ اُسے حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا ہو یا حرام جان کر، بہرحال جمیع علماء کے نزدیک کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

''ذخیرۃ العقبیٰ'' علامہ اخی یوسف صفحہ ۲۴۲ (کتاب الجہاد باب الجزیہ) پر ہے:

لا یغسل ولا یصلی علیہ ولا یکفن اما اذا تاب وتمرأ عن الارتداد

ودخل فی دین الاسلام ثم مات غسل و کفن وصلی علیه ودفن فی مقابر المسلمین۔

یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مرجائے تو اُسے نہ غسل دیں نہ کفن دیں نہ اس پر نماز پڑھیں، ہاں اگر توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے برأت کرلے اور دین اسلام میں داخل ہو اُس کے بعد مرجائے تو غسل، کفن، نماز اور مقابرِ مسلمین میں دفن سب کچھ ہوگا۔

تنویر الابصار شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی:

ہر مرتد کی توبہ قبول ہے۔

کل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الا الکافر بسب نبی الخ

(درمختار شرح تنویر الابصار، باب المرتدین، ج ۱ ص ۳۵۶ مجتبائی دہلی)

مگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے کہ دنیا میں سزا سے بچانے کے لیے اُس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

''درمختار'' میں ہے:

الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبته مطلقا ومن شك فی عذابه و کفره کفر

(درمختار شرح تنویر الابصار، باب المرتدین، ج ۱ ص ۳۵۶ مجتبائی دہلی)

یعنی کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے جس پر کسی طرح معافی نہ دیں گے، اور جو اس کے کافر و مستحقِ عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

''کتاب الاخراج'' سیدنا امام یوسف صفحہ ۱۹۷ (فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام) پر ہے:

قال ابو یوسف وایما رجل مسلم سب رسول الله ﷺ او کذبه او عابه او تنقصه فقد کفر بالله تعالیٰ وبانت زوجته۔

یعنی جو شخص کلمہ گو ہو کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے، شان گھٹائے وہ بلاشبہ کافر ہو گیا اور اُس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔

بالجملہ اشخاص مذکورین کے کفر وارتداد میں اصلاً شک نہیں، دربارہ اسلام ورفع دیگر احکام اُن کی توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے، ہاں اِس میں اختلاف ہے کہ سلطانِ اسلام انہیں بعد توبہ واسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے۔

وہ جو بزازیہ اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اُس کی توبہ مقبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں اور اس کی بحث یہاں بیکار ہے، کہاں سلطانِ اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام، صدہا خبیث، اخبث، ملعون، انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان، مفتی، واعظ، مدرس، شیخ بن کر اللہ ورسول کی جناب میں منہ بھر بھر کر ملعونات بکتے، لکھتے اور چھاپتے ہیں اور اُن سے کوئی تو کہنے والا نہیں اور اگر کہے تو نہ صرف اُن کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک یہ بے تہذیبی وتشدد ہو۔

فانظر الی اثار مقت الله الغيور كيف انقلبت القلوب وانعكست الامور ولاحول ولاقوة الا بالله اعلى العظيم وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف ''تمہید ایمان'' میں رقمطراز ہیں کہ

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے: يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (سورۃ التوبۃ، آیت ۷۴)

ترجمہ: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔

ابن جریر وطبرانی و ابو الشیخ و ابن مردویہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے، ارشاد فرمایا: عنقریب ایک شخص آئے گا کہ تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا، وہ آئے تو اُس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے بلا کر فرمایا: تُو اور تیرے فریق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا، اُس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ ''نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہ کفر ہے'' اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمان کروڑ بار کا کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے۔ اور فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ۝۶۵ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ ؕ

(سورہ التوبہ: ۶۵-۶۶)

ترجمہ: اگر تم اُن سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرمادو کیا اللہ اور اُس کی آیتوں اور اُس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ امام مجاہد تلمیذِ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں:

انه قال فی قوله تعالیٰ ولئن سالتهم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قال رجل من المنافقین یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا وما یدریه بالغیب۔

یعنی کسی شخص کی اُونٹنی گم ہوگئی، اُس کی تلاش تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے، اس پر ایک منافق بولا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے، محمد غیب کیا جانیں؟

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اِس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔

(دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر، جلد دہم صفحہ ۱۰۵
وتفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم صفحہ ۲۵۴)

مسلمانو! دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ ''وہ غیب کیا جانیں؟'' کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

گستاخ رسول کو قانونی کارروائی کے بغیر قتل کردینے والے شخص کا شرعی حکم

محمد مشتاق احمد

کسی شخص کو باقاعدہ عدالتی کارروائی کے بغیر محض سنی سنائی بات پر یا محض الزام کی بنیاد پر ''گستاخ رسول'' نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (۱) پس پہلا سوال یہ ہے کہ کسی شخص کو عدالت میں گستاخ رسول ثابت کرنے کے لیے ضابطہ اور معیار ثبوت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے یہ متعین کیا جائے کہ توہین رسالت کے جرم کی نوعیت کیا ہے کیونکہ جرم کی نوعیت کے مختلف ہونے سے اس کے اثبات کا طریقہ بھی مختلف ہوجاتا ہے۔ (۲)

''توہین رسالت'' کے جرم کی دو مختلف صورتیں

فقہائے احناف کا موقف یہ ہے کہ ملزم کے مسلمان یا غیر مسلم ہونے سے اس جرم کی نوعیت پر فرق پڑتا ہے۔ اگر کسی مسلمان نے اس شنیع جرم کا ارتکاب کیا تو وہ مرتد ہوجاتا ہے اور اس فعل پر ان تمام احکام کا اطلاق ہوگا جو ارتداد کی صورت میں لاگو ہوتے ہیں، جبکہ غیر مسلم چونکہ مرتد نہیں ہوسکتا اس لیے اگر غیر مسلم اس فعل کا ارتکاب کرے تو اس کے اثرات مختلف ہوں گے۔ (۳)

ارتداد کے قانونی اثرات

پہلے اس شخص کا معاملہ لیجیے جو پہلے مسلمان تھا لیکن توہین رسالت کے نتیجے میں مرتد ہو گیا۔

۱۔ ارتداد کے احکام میں ایک اہم حکم یہ ہے کہ ارتداد کی سزا چونکہ حد ہے (۴) اس لیے اس کے اثبات کے لیے ایک مخصوص ضابطہ ہے، جو آگے ذکر کیا جائے گا۔ اس مخصوص ضابطے کے سوا کسی اور طریقے سے اس جرم کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ حد کی سزا شبہۃ سے ساقط ہوتی ہے۔ (۵) اب چونکہ حد ارتداد تکفیر کے بعد ہی نافذ کی جا سکتی ہے اس لیے کسی بھی ایسے قول یا فعل کی بنیاد پر یہ سزا نہیں دی جا سکتی جس کے کفر ہونے یا نہ ہونے میں اہل علم کا اختلاف ہو۔ (۶) اسی طرح اگر کسی قول یا فعل کی ایک سے زائد تعبیرات ممکن ہوں اور ان میں کوئی تعبیر ایسی ہو جس کی رو سے اسے کفر نہ قرار دیا جا سکتا ہو تو اسی تعبیر کو اپنایا جائے گا۔ (۷) چنانچہ ملزم سے پوچھا جائے گا کہ اس قول یا فعل سے اس کی مراد کیا تھی، الا یہ کہ وہ کفر بواح کا مرتکب ہوا ہو۔ (۸) اگر ملزم کفر سے انکاری ہو تو اس کے انکار کو قبول کیا جائے گا خواہ اس کے خلاف گواہ موجود ہوں کیونکہ اس کے اس انکار کو رجوع اور توبہ سمجھا جائے گا۔ (۹)

۳۔ اگر اقرار یا گواہی کے بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ ملزم کا متعلقہ قول یا فعل ارتداد کے زمرے میں آتا ہے تو عدالت اسے توبہ کے لیے تلقین کرے گی اور سوچ د بچار کے لیے تین دن کی مہلت دے گی۔ (۱۰) اگر وہ اس کے بعد بھی

اپنے اس قول یا فعل سے رجوع کر کے اس سے مکمل براءت کا اظہار نہ کرے تب عدالت اسے سزا سنائے گی اور یہ سزا ناقابل معافی ہوگی۔ (۱۱) پوری امت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس سزا کو نافذ کرے۔ (۱۲)

۴۔ چونکہ ارتداد کی سزا حد ہے اس لیے اس کا نفاذ افراد کا کام نہیں، بلکہ حکومت کا کام ہے۔ اس کی مزید وضاحت آگے آرہی ہے۔

۵۔ کسی شخص کے مرتد ثابت ہو جانے کے بعد اس کی عائلی زندگی پر بھی دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً اس کی بیوی اس کے لیے حرام ہو جاتی ہے (۱۳) اور ارتداد کے بعد وہ جس مال کا مالک بنا ہو وہ اس کی موت کے بعد اس کے ورثا کو نہیں ملے گا۔ (۱۴)

اگر ذمی توہین رسالت کا ارتکاب کرے

اگر ملزم غیر مسلم ہو تو اس فعل کو کفر میں اضافہ کہا جائے گا لیکن ظاہر ہے کہ اس کو ارتداد نہیں کہا جا سکتا۔ (۱۵) چنانچہ فقہا اس مسئلے کو ارتداد کے بجائے نقض ذمہ کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں اور یہ متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ذمی کے اس فعل سے اس کا عقد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔

فقہائے احناف کا مسلک یہ ہے کہ ذمی کے اس فعل سے اس کا عقد ذمہ نہیں ٹوٹتا۔ (۱۶) تاہم اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس فعل شنیع کے ارتکاب پر ذمی کو سزا نہیں دی جا سکے گی۔ بہ الفاظ دیگر ان کا موقف یہ ہے کہ اس فعل سے ذمی کا دارالاسلام میں سکونت کا حق ختم نہیں ہو جاتا لیکن چونکہ یہ فعل دارالاسلام کے ملکی قانون کے تحت جرم

ہے اس لیے اسے سزا دی جا سکے گی۔ اس قسم کی سزا کو فقہائے احناف سیاسۃ کہتے ہیں۔ (۱۷)

حد اور سیاسۃ میں فرق

حد اور سیاسۃ میں کئی لحاظ سے فرق ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بنیادی فرق واضح کر دیا جائے۔

اسلامی قانون کی اصطلاح میں حد کی سزا کا تعلق حق اللہ سے ہے۔ (۱۸) حق اللہ قرار دینے کے کئی اہم نتائج ہیں۔

۱۔ حد کی سزا قیاس اور ورائے سے نہیں بلکہ نص کے ذریعے مقرر کی گئی ہے جس میں کمی وبیشی کا اختیار ریاست کے پاس نہیں ہے۔ (۱۹)

۲۔ حد کی سزا شبھۃ سے ساقط ہو جاتی ہے اور شبھۃ سے مراد صرف یہ نہیں کہ جرم کے ثبوت کے متعلق جج کے ذہن میں کوئی ابہام پایا جاتا ہے جس کا فائدہ (Benefit of the Doubt) وہ ملزم کو دے دیتا ہے، بلکہ یہ بھی ہے کہ اگر ملزم کے ذہن میں اس فعل کے قانونی جواز کے متعلق کوئی ابہام، حقیقۃً یا فرضاً پایا جاتا تھا تو اس کی وجہ سے اسے حد کی سزا نہیں دی جا سکے گی۔ (۲۰)

۳۔ حد کی سزا کے اثبات کے لیے صرف دو ہی طریقے ہیں، کسی تیسرے طریقے سے اس جرم کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، ایک مجرم کی جانب سے عدالت کے سامنے آزادانہ اقرار جرم اور دوسرا اس کے خلاف گواہی جو ایک مخصوص نصاب کے مطابق ہو۔ (۲۱) وہ مخصوص نصاب یہ ہے کہ حد زنا کے ماسوا تمام حدود میں کم

سے کم دو ایسے مسلمان عاقل بالغ مرد گواہی دیں جن کا کردار بے داغ ہو۔ (۲۲)

حد زنا کے اثبات کے لیے باقی شروط تو یہی ہیں لیکن گواہوں کی تعداد چار ہونی چاہیے۔ (۲۳)

۴۔ حد کی سزا کی معافی کا اختیار نہ متاثرہ فرد کے پاس ہے اور نہ ہی حکومت یا ریاست کے پاس۔ (۲۴)

سیاسة کی سزا کو اسلامی قانون کی اصطلاح میں حق الامام کہتے ہیں۔ (۲۵)

حق الامام قرار دینے کے اہم نتائج یہ ہیں:

۱۔ اس سزا کی کوئی کم یا زیادہ حد شریعت نے مقرر نہیں کی ہے بلکہ اس کی حد مقرر کرنے کا اختیار حکومت کو دیا ہے اور حکومت اس کی بعض شنیع صورتوں میں سزائے موت بھی مقرر کر سکتی ہے۔ (۲۶)

۲۔ یہ سزا فعل کے قانونی جواز کے متعلق ملزم کے ذہن میں پائے جانے والے ابہام کی بنا پر ساقط نہیں ہو سکتی۔ (۲۷)

۳۔ اس جرم کے اثبات کے لیے کوئی مخصوص ضابطہ نہیں ہے بلکہ جس طرح کا ثبوت عدالت کو فعل کے وقوع کے بارے میں مطمئن کر دے وہ قابل قبول ہے اور اس کی بنا پر مناسب سزا دی جا سکتی ہے۔ (۲۸)

۴۔ اس سزا کی معافی کا اختیار حکومت کے پاس ہے۔ (۲۹)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ گستاخ رسول کی سزا ایک صورت میں حد ہے اگر فعل کا مرتکب اس فعل کے ارتکاب سے پہلے مسلمان ہو اور دوسری صورت میں

سیاسۃ ہے اگر اس فعل کا مرتکب پہلے ہی سے غیر مسلم ہو۔

اب آیئے توہین رسالت کے جرم کی ہر دو صورتوں کی سزا کے نفاذ کی طرف۔

حدود کا استیفاء حکمران کا حق ہے

فقہا نے تصریح کی ہے کہ حدود کا استیفاء حکمران کا حق ہے۔ اس لیے اصولی طور پر حدود کا نفاذ حکمران کے ماسوا کوئی اور شخص نہیں کر سکتا۔ (۳۰)

اسی اصول پر طے کیا گیا ہے کہ اگر ملک کا سب سے برتر حکمران حد کے جرم کا ارتکاب کرے تو اسے حد کی سزا نہیں دی جا سکے گی کیونکہ وہ خود اپنے اوپر حد کا نفاذ نہیں کر سکتا اور کسی اور کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ حد نافذ کرے۔ (۳۱)

تاہم اگر عدالت میں ثابت ہو جائے کہ کسی شخص نے حد کے جرم کا ارتکاب کیا ہے اور اس کے بعد کوئی اور شخص اپنی جانب سے اس مجرم پر سزا کا نفاذ کرے تو اس صورت کو فقہا افتیات کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں۔ افتیات سے مراد یہ ہے کہ اس شخص نے اپنی جانب سے حد کا نفاذ کر کے حکمران کا حق ضائع کر دیا ہے اور اس طرح فساد کا مرتکب ہوا ہے۔ (۳۲)

اس کی تعبیر کے لیے آج کل ہم ''قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا'' کا محاورہ استعمال کرتے ہیں۔

قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر حد کی سزا کا نفاذ

اگر کسی شخص نے قانون اپنے ہاتھ میں لے کر حد کے مجرم کو سزا دی تو فقہا یہاں دو صورتیں ذکر کرتے ہیں:

ایک یہ کہ اس نے حد کے بجائے کچھ اور سزا دی تو ظاہر ہے کہ وہ فساد کا مرتکب ہوا اور اس لیے مناسب سزا کا مستحق بھی ہے۔ (۳۳)

دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے حد کی مقررہ سزا ہی دی اور سزا کے نفاذ کی شروط کا لحاظ رکھا، تب بھی افتیاتِ کے مرتکب اس شخص کو حق الامام کی پامالی، یا بہ الفاظ دیگر فساد کے ارتکاب پر حکمران مناسب سزا دے سکتا ہے۔ (۳۴)

یہ سزا چونکہ حق الامام میں دی جائے گی اس لیے اس پر ان تمام احکام کا اطلاق ہوگا جو سیاستہ دی جانے والی سزا کے لیے ہیں۔ (۳۵)

واضح رہے کہ یہ حکم وہاں ہے جہاں پہلے سے ہی ثابت ہو کہ قانون ہاتھ میں لے کر جس شخص کو سزا دی گئی اس نے حد کے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اگر پہلے یا بعد میں اس کا جرم ثابت نہیں کیا جا سکا تو پھر قانون ہاتھ میں لینے والا یہ شخص اس عدوان (ظلم) کے لیے الگ سزا کا مستحق ہوگا جو اس نے اس شخص پر کیا تھا۔ (۳۶)

گستاخ رسول کے معاملے میں چونکہ حد ارتداد کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے مقررہ حد سزائے موت ہے۔ پس اگر افتیات کے مرتکب شخص نے کسی شخص کو گستاخ رسول سمجھ کر قتل کر دیا اور اس نے، عدالت میں مقررہ ضابطے پر ثابت کر دیا کہ مقتول واقعی گستاخ رسول تھا، تو اس صورت میں اسے قصاصاً سزائے موت نہیں دی جا سکے گی کیونکہ مقتول مرتد ہونے کی وجہ سے مباح الدم تھا۔ البتہ افتیات کے ارتکاب کی وجہ سے قاتل کو مناسب تادیبی سزا دی جا سکے گی۔

سیاسۃ کا استیفاء بھی حکمران کا حق ہے

سیاسۃ کی سزا چونکہ حق الامام میں دی جاتی ہے اس لیے اس کا استیفاء بھی حکمران ہی کا حق ہے۔ (۴۷)

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اگر توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والا پہلے ہی سے غیر مسلم تھا تو اسے دی جانے والی سزا حد ارتداد نہیں، بلکہ سیاسۃ ہے۔ یہ بھی مذکور ہوا کہ سیاسۃ دی جانے والی سزا کی کوئی مقررہ حد نہیں ہے بلکہ اسے حکمران اور عدالت کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے، اس لیے ضروری نہیں کہ اس غیر مسلم کو سزا موت ہی دی جائے۔ باقی اصول وہی ہیں جو اوپر حد کے سلسلے میں ذکر ہوئے۔

چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی غیر مسلم کو گستاخ رسول قرار دیتے ہوئے قتل کر دیا تو دیکھا جائے گا:

اگر مقتول کا جرم ثابت تھا اور اسے سزائے موت سنائی گئی تھی تو اس کے قاتل سے قصاص نہیں لیا جا سکے گا لیکن قانون اپنے ہاتھ میں لینے پر اسے مناسب تادیبی سزا دی جا سکے گی۔

اگر مقتول کا گستاخ رسول ہونا ثابت نہیں کیا جا سکا، یا اسے سزائے موت کے بجائے کوئی اور سزا دی گئی تھی، یا اس کی سزا میں تخفیف یا معافی کی گئی تھی اور اس کے باوجود اسے قتل کر دیا گیا، تو ان تمام صورتوں میں چونکہ وہ مباح الدم نہیں تھا اس لیے اس کے قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور اسے سیاسۃ مزید سزا بھی دی جا سکے گی۔

خلاصۂ بحث

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام مباحث کا خلاصہ چند نکات کی صورت میں پیش کیا جائے:

۱۔ کسی شخص کو اس وقت تک ''گستاخ رسول'' قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک مقررہ شرعی ضابطے پر اس کا جرم ثابت نہ ہو۔

۲۔ اگر گستاخ رسول اس جرم سے پہلے مسلمان تھا تو اس کے اس جرم پر ارتداد کے احکام کا اطلاق ہوگا اور اگر وہ پہلے ہی غیر مسلم تھا تو پھر اس فعل پر سیاسة کے احکام کا اطلاق ہوگا۔

۳۔ حد ارتداد کو ملزم کے اقرار یا دو ایسے مسلمان مردوں کی گواہی، جن کا کردار بے داغ ہو، سے ہی ثابت کیا جا سکتا ہے، جبکہ سیاسة کو عورتوں اور غیر مسلموں کی گواہی، نیز قرائن اور واقعاتی شہادتوں سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ پہلی صورت میں سزا بطور حد موت ہے لیکن سزا کے نفاذ سے پہلے عدالت مجرم کو توبہ کے لیے کہے گی اور اگر عدالت اس کی توبہ سے مطمئن ہو تو اس کی سزا ساقط کر دے گی۔ دوسری صورت میں کوئی مقررہ سزا نہیں ہے بلکہ جرم کی شدت و شناعت اور مجرم کے حالات کو دیکھتے ہوئے عدالت مناسب سزا سنائے گی، جو بعض حالات میں سزائے موت بھی ہو سکتی ہے۔ سیاسة دی جانے والی سزا کو حکومت معاف کر سکتی ہے اگر مجرم کا طرزِ عمل تخفیف کا متقاضی ہو۔

۵۔ حد ارتداد حق اللہ ہے اور سیاسة کی سزا حق الامام ہے اور حنفی فقہا کے مسلمہ

اصولوں کے مطابق حقوق اللہ اور حقوق الامام دونوں سے متعلق سزاؤں کا نفاذ حکومت کا کام ہے۔

۶۔ اگر کسی شخص نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر ایسے شخص کو قتل کیا جو پہلے مسلمان تھا لیکن توہین رسالت کے نتیجے میں مرتد ہو گیا تھا اور اس کا جرم مقررہ ضابطے پر ثابت ہوا تھا، تو قاتل کو قصاص کی سزا نہیں دی جائے گی لیکن قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر اس قاتل کو سیاسۃ مناسب سزا دی جاسکے گی۔ اگر مقتول کا جرم مقررہ ضابطے پر ثابت نہیں ہوا تھا تو سیاسۃ کے علاوہ قاتل کو قصاص کی سزا بھی دی جائے گی۔

۷۔ اگر مقتول پہلے سے ہی غیر مسلم تھا اور اس کے خلاف الزام ثابت نہیں ہوا تھا، یا اسے عدالت کی جانب سے سزائے موت نہیں سنائی گئی تھی، یا اس سزا میں تخفیف کی گئی تھی، تو قاتل کو قصاص کی سزا بھی دی جائے گی اور سیاسۃ کوئی اور مناسب سزا بھی دی جاسکے گی۔ اگر مقتول کا جرم بھی ثابت تھا اور اسے سزائے موت بھی سنائی گئی تھی، تو قاتل کو قصاص کی سزا نہیں دی جائے گی لیکن قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر تادیب کے لیے اسے سیاسۃ مناسب سزا دی جاسکے گی۔

هذا ما عندی، والعلم عند الله۔

اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه۔

حواشی

۱۔ یہ اسلامی قانون کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ جب تک باقاعدہ عدالتی کاروائی کے نتیجے میں کسی شخص کے خلاف دعوی ثابت نہ ہو جائے اسے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا کیونکہ الأصل براءة الذمة (شہاب الدین السید أحمد بن محمد الحموی، غمز عیون البصائر شرح کتاب الأشباه والنظائر (بیروت، دارالکتب العلمیة، ۱۹۸۵ء) ج ا،ص ۲۰۳۔ دراصل یہ قاعدہ ایک اور بنیادی قاعدے الیقین لایزول بالشك کا لازمی نتیجہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مصدر سابق۔ص ۱۹۳-۲۴۵۔

۲۔ جیسا کہ آگے ہم واضح کریں گے، اسلامی قانون کی رو سے حدود، قصاص، تعزیر اور سیاسة میں سے ہر ایک کے اثبات کے لیے مختلف نصاب وضع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ہر جرم اقرار سے ثابت ہوتا ہے لیکن حدزنا میں اقرار کا طریقہ دیگر جرائم میں اقرار کے طریقے سے کسی قدر مختلف ہے۔ پھران میں سے ہر جرم شہادت سے بھی ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن شہادت کا نصاب مختلف جرائم کے لیے مختلف ہے۔

۳۔ اس موضوع پر خاتمة المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی کی معرکہ آرا تحقیق کے لیے ان کا رسالہ دیکھیے: تنبیه الولاة والحکام علی أحکام شاتم خیر الأنام أو أحد أصحابه الکرام علیه و علیهم الصلاة والسلام۔ انہوں نے اس رسالے میں اس مسئلے کے ہر پہلو پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور متعدد متون، شروح اور فتاویٰ کا تجزیہ کر کے یہی نتیجہ نکالا ہے۔ (مجموعة رسائل ابن عابدین (دمشق: المطبعة الهاشمیة، ۱۳۲۵ھ)، ج ا،ص ۳۱۳-۳۰۷۔

۴۔ علامہ ابن عابدین نے ارتداد کی سزا کے حد ہونے پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ چنانچہ پہلے وہ مرتد اور عام کافر میں چند فروق ذکر کرتے ہیں۔مثال کے طور پر عام کافر کو ذمی بنا کر اس پر جزیہ عائد کیا جاسکتا ہے اور اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، جبکہ مرتد کو ذمی نہیں

بنایا جا سکتا اور اگر اس نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا تو اسے قتل کیا جائے گا۔ اس سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ قتل مرتد کی علت کفر نہیں بلکہ کفر کی خاص شکل۔ مسلمان کی طرف سے ارتداد ہے اور ارتداد کی یہ سزا بطور حق اللہ واجب ہے۔ لہٰذا مرتد کی سزائے موت حد ہے خواہ متقدمین فقہائے احناف نے کتاب الحدود میں اس کا ذکر نہ کیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ متقدمین بھی ارتداد کے لیے ان ساری صفات کے قائل ہیں جو حد کی ہیں۔ (مجموعۂ رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۳۱۸-۳۱۹)

یہاں ابن عابدین اس شبہے کا ذکر کرتے ہیں کہ اگر یہ سزا حد ہے تو پھر یہ توبہ سے ساقط کیسے ہوتی ہے؟ اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں:

کون قتل المرتد حدالم یجب الخصوص الردة، بل وجب لها ولا رادته البقاء علی الکفر. والعلة ذات الجزئین تنتفی بانتفاء أحدهما. فلا تبقی الردة موجبة للقتل وحدها بعد العود الی الاسلام لأن القتل جزاء الفعلین معاً۔ (ایضا، ص ۳۱۹)

[مرتد کی بطور سزائے موت کی وجہ خاص فعل ارتداد نہیں ہے بلکہ فعل ارتداد کے ساتھ ساتھ اس کا دوسرا سبب اس کا کفر پر قائم رہنے کا ارادہ ہے اور ایسی علت جو دو اجزا پر مشتمل ہو وہ ان میں کسی ایک کے بھی نہ ہونے کی صورت میں موجود نہیں رہتی۔ پس اس کے اسلام کی طرف لوٹ آنے کے بعد تنہا ارتداد سزائے موت کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ سزائے موت بیک وقت دو افعال کی جزا تھی۔]

وہ مزید کہتے ہیں کہ عام قاعدے کے تحت تو بقیہ حدود کی طرح چاہیے تھا کہ یہ حد بھی توبہ سے ساقط نہ ہوتی لیکن کئی آیات و احادیث میں صراحتاً قرار دیا گیا ہے کہ اسلام قبول کرنے پر پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اس لیے فقہا نے اسے عام قاعدے سے استثنا قرار دیا ہے۔ (فایضاً) اسی طرح اس سزا پر یہ اعتراض بھی درست نہیں ہے کہ اگر یہ حد ہے تو پھر

مرتد عورت پر کیوں نہیں نافذ کی جاتی کیونکہ کئی روایات میں صراحتاً کافر عورتوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ ممانعت بھی ایک استثنائی حکم ہے۔ (ایضاً)

۵۔ فقہا جب شبہۃ کے نتیجے میں حدود سزاؤں کے سقوط کی بحث کرتے ہیں تو اس سے وہ ''شک کا فائدہ'' (Benefit of the Doubt) مراد نہیں لیتے، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے، بلکہ اس سے ان کی مراد فعل کے مرتکب کو امر قانونی یا امر واقعی کے سمجھنے میں لاحق ہونے والی خطا (Mistake of Law or Fact) ہوتی ہے۔ جرم کے ثبوت کے متعلق اگر جج کے ذہن میں کوئی شک ہے تو اس کا فائدہ تو لازماً ملزم کو دینا چاہیے، اسلامی قانون کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تاہم امر قانونی کے سمجھنے میں خطا کو انگریزی قانون کوئی عذر نہیں سمجھتا، جبکہ اسلامی قانون نے حدود سزاؤں میں، جو کہ حقوق اللہ سے متعلق ہیں، اسے عذر مانا ہے اور اس کی بنا پر حد کی سزا ساقط ہو جاتی ہے۔ جو سزائیں حقوق اللہ سے متعلق نہیں ہیں ان میں شبہۃ کا یہ اثر نہیں ہوتا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: Imran Ahsan Khan Nyazee, General Principles of Criminal Law: Western and Islamic (Islamabad: Advance Legal Studies (institute, 1990), 142-43.

۶۔ علامہ علاؤالدین محمد بن علی الحصکفی فرماتے ہیں:

لایفتی بکفر مسلم أمکن حمل کلامه علی محمل حسن، أو کان فی کفره اختلاف، ولو روایة ضعیفه۔ (ردالمحتار علی الدر المختار (القاہرۃ: مصطفیٰ البابی الحلبی، تاریخ ندارد)، ج ۳، ص ۳۱۶)

[مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا اگر اس کے کلام کی بہتر تاویل ممکن ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، خواہ اختلاف ضعیف روایت سے مروی ہو۔]

علامہ خیرالدین الرملی نے وضاحت کی ہے کہ اگر کسی بات کے کفر ہونے کے متعلق ہمارے

مسلک میں کوئی اختلافی روایت نہ ہو لیکن کسی دوسرے مسلک میں وہ کفر کی موجب نہ ہو تب بھی کفر کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔ اس کی تائید میں ابن عابدین تکفیر کے لیے اس مسلمہ شرط کا ذکر کرتے ہیں:

ویدل علی ذلك اشتراط کون ما یوجب الکفر مجمعاً علیه۔ (ایضاً)

[اس کی دلیل یہ ہے کہ کسی بات کے موجب کفر ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس پر اجماع ہو۔]

۷۔ ملا علی القاری فرماتے ہیں:

المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع و تسعون احتمالا للکفر، واحتمال واحد فی نفیه، فالأولى للمفتي والقاضي أن جعل سالاحتمال الشافي، لأن الخطاء فی ابقاء الف کافر أهون من الخطاء فی افناء مسلم واحد۔ (شرح الفقه الأکبر (کراچی محمد سعید اینڈ سنز، تاریخ ندارد)، ص ۱۹۵)

[کفر سے متعلق مسئلے میں اگر ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال کفر کی نفی کا ہو تو مفتی اور قاضی کو چاہیے کہ کفر کی نفی کے احتمال پر عمل کرے کیونکہ ایک ہزار کافروں کے باقی چھوڑنے کی غلطی ایک مسلمان کے قتل کرنے کی غلطی کی بہ نسبت ہلکی غلطی ہے۔]

۸۔ چنانچہ جن نصوص میں قرار دیا گیا ہے کہ کفر کی موجب کوئی بات کہنے والے شخص کا یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا کہ اسے اس بات کے کفر ہونے کا علم نہیں تھا، بلکہ اسے تجدید ایمان کے لیے کہا جائے گا، ان کا محل یہی ہے کہ جب بات بالکل صریح اور قطعی طور پر موجب کفر ہو، اور اس کی بہتر تاویل ممکن نہ ہو تو اسے کفر ہی سمجھا جائے گا۔ (ردالمحتار، ج ۳، ص ۳۱۶)

۹۔ کمال الدین محمد ابن الہمام الاسکندری نے صراحت کی ہے:

اذا شهدوا علی مسلم بالردة، وهو منکر، لا یتعرض له، لا لتکذیب شهود العدول، بل لأن انکاره توبة و رجوع۔ (فتح القدیر علی الهدایة شرح بدایة

المبتدی (القاہرۃ: دارالکتب العربیۃ، ۱۹۷۰ء) ج ۵، ص ۳۳۲)
[اگر گواہ کسی مسلمان کے ارتداد کی گواہی دیں اور وہ اس سے انکاری ہو، تو اس کے خلاف کاروائی نہیں کی جائے گی، اس لیے نہیں کہ سچے گواہوں کو جھوٹا سمجھا جائے گا، بلکہ اس لیے کہ ملزم کے انکار کو توبہ اور رجوع سمجھا جائے گا]۔

۱۰۔ فقہائے احناف کا مسلک یہ ہے کہ مرتد کو توبہ کے لیے کہا جائے گا۔ (الہدایہ، ج ۲، ص ۴۰۶) تاہم اگر اسے توبہ کے لیے کہے بغیر ہی سزائے موت دے دی گئی تو اس سزا کو غلط نہیں سمجھا جائے گا، اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (ایضاً) ابن عابدین نے تفصیل سے واضح کیا ہے کہ احناف کا موقف یہی ہے کہ مسلمان توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو اس پر ارتداد کے احکام لاگو ہوتے ہیں جن میں ایک حکم یہ ہے کہ اسے توبہ کے لیے کہا جائے گا اور اگر اس نے توبہ کی تو وہ مقبول ہوگی۔ (مجموعۃ رسائل ابن عابدین، ج ۱، ص ۳۲۰-۳۲۸/۱) انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ توبہ کی قبولیت سے مراد یہ ہے کہ اسے دنیوی سزا نہیں دی جائے گی، باقی رہی آخرت کی سزا تو وہ اللہ اور اس کا معاملہ ہے۔
معنی قبول التوبۃ عندنا سقوط القتل عنہ فی الدنیا و نجاتہ من العذاب فی الآخرۃ ان طابق باطنہ ظاہرہ۔ (ایضاً، ص ۳۲۴)
[توبہ کی قبولیت کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس سے دنیا میں سزائے موت ساقط ہو جائے گی اور آخرت میں وہ نجات پائے گا، اگر اس کا باطن اس کے ظاہر کے مطابق ہو۔]
وأما الحکم الأخروی فانہ مبنی علی حسن العقیدۃ وصدق التوبۃ باطناً وذلک مما یختص بعلمہ علام الغیوب جل و علا۔ (ایضاً)
[جہاں تک اخروی حکم کا تعلق ہے تو وہ باطنی طور پر صحیح عقیدے اور سچی توبہ پر منحصر ہے، جس کا علم صرف خفیہ رازوں کے جاننے والے بزرگ و برتر خدا کے پاس ہے۔]

۱۱۔ حق جس کا ہوتا ہے اسی کے پاس معافی کا اختیار بھی ہوتا ہے۔ کسی کام کو حق اللہ قرار دینے کا

قانونی نتیجہ یہ ہے کہ اس میں معافی کا اختیار اللہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہوتا، حتی کہ معاشرہ یا حکمران بھی اسے معاف نہیں کرسکتا۔ چنانچہ ملک العلماء علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی یہ ثابت کرنے کے بعد کہ قذف یا تو خالصتاً حق اللہ ہے یا اس میں حق اللہ غالب ہے، قرار دیتے ہیں:

واذا ثبت أن حد القذف حق الله تعالى خالصاً أو المغلب فيه حقه فنقول: لا يصح العفو عنه، لأن العفو انما يكون من صاحب الحق، ولايصح الصلح والاعتياض، لأن الاعتياض عن حق الغير لايصح، ولايجرى فيه الارث، لأن الارث انما يجرى فى المتروك من ملك أو حق للمورث... ولم يوجد شیء من ذلك فلا يورث، ويجرى فيه التداخل۔ (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، تحقيق على المعوض وعادل احمد عبدالموجود (بيروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۳ء) ج۹،ص۲۵۰)

[اور جب یہ ثابت ہوا کہ حد قذف اللہ تعالیٰ کا خالص حق ہے، یا اس میں غالب حق اللہ کا ہے تو ہم کہتے ہیں (کہ اس کے نتائج یہ ہیں) کہ اس کا معاف کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ معافی صاحب حق کی طرف سے ہوتی ہے۔ اسی طرح اس میں صلح یا عوض قبول کرنا بھی صحیح نہیں، کیونکہ کسی اور کے حق کا عوض لینا (یا کسی اور کے حق پر صلح کرنا) صحیح نہیں اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی، کیوکہ وراثت تو مورث کی چھوڑی ہوئی ملکیت یا حق میں جاری ہوتی ہے اور اس قسم کی کوئی چیز یہاں نہیں پائی جاتی، اس لیے اس میں وراثت نہیں ہوتی اور اس میں تداخل جاری ہوتی ہے (یعنی ایک ہی نوعیت کے کئی جرائم کے ارتکاب پر ایک ہی سزا ملتی ہے)۔]

۱۲۔ انگریزی قانون میں حقوق کو بنیادی طور دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے: انفرادی حق (Private Right) اور اجتماعی حق (Public Right)۔ اس سے لاشعوری طور

پر متاثر ہونے کے سبب سے کئی لوگوں نے قرار دیا کہ اسلامی قانون میں حق العبد سے مراد Private right اور حق اللہ سے مراد Public Right ہے۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ بعض اوقات فقہا حق السلطان یا حق الامام کی بھی بات کرتے ہیں تو انہوں نے قرار دیا کہ حق الامام اور حق اللہ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے جو دیگر کئی سنگین غلطیوں کا باعث بنی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، حق جس کا ہوتا ہے اسے جرم کی معافی کا بھی اختیار ہوتا ہے۔ اگر حقوق اللہ اور حقوق الامام ایک ہی ہوتے تو پھر جن جرائم کو حقوق اللہ سے متعلق سمجھا جاتا ہے (حدود) ان میں ریاست کے پاس معافی کا اختیار ہوتا۔ اس غلط فہمی کا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات فقہا کی بعض عبارات کا محض ایک سرسری جائزہ لیا جاتا ہے اور ان کا باقاعدہ قانونی تجزیہ نہیں کیا جاتا۔ مثال کے طور پر امام کاسانی نے لکھا ہے:

وكل جناية يرجع فسادها الى العامة ومنفعة جزائها يعود الى العامة كان الجزاء الواجب بها حق الله عزشانه على الخلوص۔ (ایضاً، ص ۲۴۹)

[اور ہر وہ جرم جس کے مفاسد عامۃ الناس تک پہنچیں، اور اس کی سزا کے فوائد بھی عامۃ الناس کو پہنچیں، اس کو واجب سزا اللہ عزشانہ کا خالص حق ہے۔]

اس سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ بعض جرائم کو حق اللہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کا اثر مجتمع پر پڑتا ہے، یا بہ الفاظ دگر اجتماعی حق اور حق اللہ مترادف ہیں۔ تاہم معمولی غور سے بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ اس عبارت کا صحیح مفہوم نہیں ہے۔ جملے کے آخر میں ان الفاظ کے معاً بعد امام کاسانی خود واضح کردیتے ہیں کہ کسی کام کو حق اللہ کہنے کا نتیجہ کیا ہے:

تاكيداً للنفع والدفع، كى لايسقط باسقاط العبد، وهو معنى نسبة هذه الحقوق الى الله تبارك وتعالى۔ (ایضاً)

[تاکہ اس کے فوائد کا حصول اور مفاسد کی روک تھام یقینی ہو، تاکہ وہ سزا بندے کے ساقط

کرنے سے ساقط نہ ہو اور یہی مفہوم ہے ان حقوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کا۔]
پس پوری امت کی ذمہ داری ہے کہ یہ حدود اللہ ضائع نہ ہوں کیونکہ یہ اللہ کے حقوق ہیں جن کے نفاذ کے لیے پوری امت اجتماعی طور پر اور ہر ہر مسلمان انفرادی طور پر اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔

۱۳۔ امام ابوحنیفہ کے ممتاز شاگرد امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم نے تصریح کی ہے:

وأیما رجل مسلم سب رسول اللهﷺ أو کذّبه، أو عابه، أو تنقصه، فقد کفر بالله تعالی، وبانت منه امرأته۔ فان تاب، والاقتل۔ (کتاب الخراج (بیروت: دارالمعرفۃ للطباعۃ والنشر، ۱۹۷۹م) ص ۱۸۲)

[جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے، یا ان کی تکذیب کرے، یا ان کی عیب جوئی کرے، یا ان کی شان میں تنقیص کرے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے کفر کا ارتکاب کیا اور اس کی بیوی بائن ہوگئی۔ پس اگر اس نے توبہ کی تو بہتر، ورنہ اسے سزائے موت دی جائے گی۔]

۱۴۔ اگر مرتد حالت ارتداد میں ہی مرجائے یا اسے سزائے موت دی جائے تو جس مال کا مالک وہ ارتداد سے قبل بنا تھا، وہ اس کے ورثاء کو منتقل ہو جائے گا، اور جو مال ارتداد کے بعد اس نے حاصل کیا اس پر فے کے احکام کا اطلاق ہوگا۔ (برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، الھدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۵م) ج ا،ص ۴۰۷)

۱۵۔ امام کاسانی فرماتے ہیں:

لو سبّ النبیﷺ لا ینتقض عهده لأن هذا زیادة کفر علی کفر، والعقد یبقی مع أصل الکفر فیبقی مع الزیادۃ۔ (بدائع الصنائع، ج۹،ص ۴۴۷-۴۴۸)

[اگر ذمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو اس کا عقد ذمہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ کفر پر

مزید کفر کا اضافہ ہے اور عقد جب اصل کفر کے ساتھ باقی تھا تو اضافے کے ساتھ بھی باقی رہے گا]۔

۱۶۔ صاحب ہدایہ کے الفاظ قابل غور ہیں:

ان سبّ النبیﷺ کفر، والکفر المقارن لایمنعه، فالطاری لایرفعه۔ (الہدایہ، ج ۱ ص ۴۰۵)

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کفر ہے، اور جب عقد ذمہ کے وقت موجود کفر اس عقد کے انعقاد سے مانع نہیں تھا تو عقد کے بعد طاری ہونے والا کفر اس عقد کو ختم بھی نہیں کرسکتا۔]

علامہ ابن الہمام نے حنفی مذہب کے اس موقف سے مختلف رائے اپنائی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

والذی عندی أن سبه ﷺ أو نسبة ما لا ینبغی الی الله تعالی ان کان مما لا یعتقدونه کنسبة الولد الی الله تعالی وتقدس عن ذلك اذا أظهره یقتل به، وینتقض عهده۔ وان لم یظهر ولکن عثر علیه وهو یکتمه فلا۔ (فتح القدیر، ج ۵، ص ۳۰۳)

[میری رائے یہ ہے کہ اگر وہ علانیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی یا اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات کی نسبت کرے جو ان کے اعتقاد کا حصہ نہ ہو، جیسے اللہ کی طرف بیٹے کی نسبت حالانکہ اس کی شان اس سے اونچی اور پاک ہے، تو اسے قتل کیا جائے گا اور اس سے اس کا عہد ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ اس کا اظہار نہ کرے بلکہ اسے ایسی حالت میں پکڑا گیا جب کہ وہ چوری چھپے یہ کر رہا تھا تو نہیں۔]

اس پر نقد کرتے ہوئے خیر الدین الرملی کہتے ہیں:

ان ما بحثه فی النقض مسلم مخالفته للمذهب، وأما ما بحثه فی القتل فلا۔ (ردالمحتار، ج ۳، ص ۳۰۵)

[جو تحقیق اس نے عہد ٹوٹ جانے کے متعلق کی ہے اس کا مذہب حنفی کے خلاف ہونا مسلم ہے، البتہ جو تحقیق اس نے سزائے موت کے متعلق کی ہے وہ مذہب حنفی کے خلاف نہیں ہے۔]

ابن عابدین نے ابن الہمام کے دفاع میں اس قول کی تاویل اس طرح کی ہے کہ اظہار سے مراد یہ ہے کہ وہ اسے عادت بنا لے یا کھلے عام گستاخی کا ارتکاب کر کے متمرد اور مفسد بن جائے۔ (ایضاً، ص ۳۰۶) تاہم اس تاویل کے باوجود ابن الہمام کا قول حنفی مذہب کے مطابق نہیں ہے کیونکہ بات اگر صرف قتل کے جواز تک ہوتی تو ٹھیک تھی لیکن وہ عقد ذمہ ٹوٹ جانے کے بھی قائل ہیں۔ اسی وجہ سے الخیر الرملی کی بات صحیح ہے کہ عقد ذمہ ٹوٹنے کی بات درست نہیں ہے، البتہ قتل کے جواز کی بات صحیح ہے۔

تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ الحرانی نے توہین رسالت کی سزا کے متعلق اپنی شہرۂ آفاق کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں احناف کے موقف کی وضاحت اس طرح کی ہے:

وأما أبو حنيفة و أصحابه فقالوا: لا ينتقض العهد بالسب، ولا يقتل الذمي بذلك لكن يعزر على اظهار ذلك. كما يعزر على اظهار المنكرات التي ليس لهم فعلها ...... ومن أصولهم أن مالا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل، والجماع في غير القبل، اذا تكرر فللامام أن يقتل فاعله، و كذلك له أن يزيد على الحد المقرر اذا رأى المصلحة في ذلك، ويسمونه القتل سياسة، وكان حاصله أن له أن يعزر بالقتل في الجرائم التي تغلظت بالتكرار وشرع القتل في جنسها۔ (الصارم المسلول على شاتم الرسول، دراسة وتحقيق محمد بن عبدالله بن عمر الحلواني ومحمد كبير احمد شودري (الرياض: سلسلة الرسائل الجامعية، ۱۹۹۷ء) ج ۲، ص ۳۱)

[جہاں تک ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا تعلق ہے ان کی رائے یہ ہے کہ شتم رسول سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا، اور اس جرم پر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ تاہم اس کے اظہار پر اسے تعزیر دی جائے گی، جیسے انہیں دیگر ناجائز کاموں پر تعزیری سزا دی جاسکتی ہے جن کے کرنے کی ان کو قانوناً اجازت نہیں ہوتی .... اور احناف کے اصولوں میں ہے کہ جس جرم میں ان کے نزدیک سزائے موت نہ ہو، جیسے بھاری پتھر سے کسی کو قتل کرنا یا غیر فطری طریقے سے جماع، تو جب اس طرح کا جرم بار بار کیا جائے تو امام اس کے کرنے والے کو سزائے موت دے سکتا ہے اور اسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ حد کی مقررہ مقدار سے زائد سزا دے اگر اسے اس میں مصلحت نظر آئے اور احناف اسے سیاسۃً قتل کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ جرائم جو بار بار کیے جانے کے سبب سے سنگین نوعیت اختیار کرلیں اور جن کی جنس میں سزائے موت مشروع ہو ان میں تعزیر کے طور پر سزائے موت دی جاسکتی ہے۔]

ہماری ناقص رائے میں یہ احناف کے موقف کی بالکل صحیح توجیہہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں اس عبارت کو نقل کرکے اس کی تصویب کی ہے۔ (ج ۳، ص ۳۰۵) نیز انہوں نے اپنے رسالے تنبیہ الولاۃ والحکام میں اس مسئلے کے ہر پہلو پر تفصیلی بحث کے بعد یہی نتیجہ نکالا ہے۔

۱۷۔ علامہ ابن عابدین شامی اس تصور کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فالسیاسۃ استصلاح الخلق بارشادھم الی الطریق المنجی فی الدنیا والآخرۃ۔ (ردالمحتار، ج ۳، ص ۱۶۲)

[پس سیاسۃ سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو دنیا و آخرت میں نجات دینے والا راستہ دکھا کر ان کی اصلاح کی جائے۔]

اس تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے ابن عابدین کہتے ہیں:

وقوله: (لها حكم شرعي) معناه انها داخلة تحت قواعد الشرع وان لم ينص عليها بخصوصها. فان مدار الشريعة بعد قواعد الايمان على حسم مواد الفساد لبقاء العالم۔ (ایضاً)

[اس تعریف میں ''جس کے لیے شرعی حکم موجود ہو'' سے مراد یہ ہے کہ سیاسۃ کا اختیار شرعی قواعد کے ماتحت ہوگا خواہ اس کے لیے خصوصی طور پر کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو، کیونکہ ایمان کی پختگی کے بعد شریعت کا مدار اسی پر ہے کہ دنیا سے فساد کا خاتمہ کیا جائے۔]

علامہ زین العابدین ابراہیم ابن نجیم نے یہی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

وظاهر كلامهم ههنا ان السياسة: هي فعل شيء من الحاكم لمصلحة يراها، وان لم يرد بذلك الفعل دليل جزئي۔ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق (بیروت: دارالمعرفۃ، تاریخ ندارد) ج۵، ص۱۱)

[یہاں فقہا کے کلام کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ سیاسۃ سے مراد حاکم کا وہ اقدام ہے جو وہ کسی مصلحت کی بنیاد پر اٹھائے خواہ اس مخصوص فعل کے لیے کوئی خاص نص نہ پائی جائے۔]

یوں سیاسۃ کا تصور کافی وسیع مفہوم کا حامل ہے، تاہم بالخصوص فوجداری قانون کے حوالے سے جب اس اصطلاح کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے مراد وہ سزائیں ہیں جو حاکم شرعی قواعد کی روشنی میں فساد فی الارض کے خاتمے کے لیے مقرر کرتا ہے۔ اس قاعدے کے تحت حکمران کو صرف سزا دینے ہی کا اختیار حاصل نہیں ہے بلکہ جرائم کی روک تھام کے لیے بھی وہ مناسب احتیاطی اقدامات (preventive measures) اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ فقہائے احناف سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے نصر بن حجاج کی مدینہ سے جلاوطنی کے اقدام کو بھی سیاسۃ قرار دیتے ہیں کیونکہ اگرچہ نصر نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا لیکن اس بات کا قوی اندیشہ وجود میں آ گیا تھا کہ اس کے حسن کی وجہ سے کوئی خاتون فتنے میں پڑ جائے گی۔ (شمس الائمۃ ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخسی، المبسوط، تحقیق محمد حسن اسماعیل

الشافعی (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۷م) ج ۹، ص ۵۲)

تاہم یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ ضروری ہے کہ حکمران کا یہ اختیار مطلق نہیں ہے بلکہ اسے عدل کے متعلق اسلامی قانون کے قواعد عامہ کے تحت ہی اس اختیار کا استعمال کرنا ہوگا۔ بصورت دیگر اس کے اقدام کو سیاسۃ ظالمۃ قرار دیا جائے گا اور اس حکم کا ماننا جائز نہیں ہوگا۔ ابن عابدین نے ممتاز حنفی فقیہ شہاب الدین الحموی کا قول نقل کیا ہے:

السیاسة شرع مغلظ، وھی نوعان: سیاسة ظالمة، فالشریعة تحرمها، وسیاسة عادلة تخرج الحق من الظالم و توصل الی المقاصد الشرعیة فالشریعة توجب المصیر الیها والاعتماد فی اظهار الحق علیها۔ وھی باب واسع۔ (ردالمحتار، ج ۳، ص ۱۶۲)

[سیاسۃ سخت سزا کو کہتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک سیاسۃ ظالمۃ جسے شریعت حرام ٹھہراتی ہے اور دوسری سیاسۃ عادلۃ جو ظالم سے مظلوم کا حق حاصل کرتی ہے اور مقاصد شریعت کے حصول کا ذریعہ ہوتی ہے، پس شریعت اس سیاسۃ پر عمل کو واجب ٹھہراتی ہے اور حق کے غلبے کے لیے اس پر انحصار کو لازم کرتی ہے اور اس سیاسۃ کا باب بہت وسیع ہے۔]

سیاسۃ اور تعزیر کے تصورات میں موازنہ کرتے ہوئے ابن عابدین کہتے ہیں:

قلت: والظاهر أن السیاسة والتعزیر مترادفان. ولذا عطفوا أحدهما علی الآخر لبیان التفسیر، کما وقع فی الهدایة و الزیلعی وغیرهما۔ بل، واقتصر فی الجوهرة علی تسمیته تعزیراً...... وقالوا ان التعزیر موکول الی رأی الامام. فقد ظهر لك بهذا ان باب التعزیز هو المتکفل لأحکام السیاسة...... وبه علم أن فعل السیاسة یکون من القاضی أیضاً. والتعبیر بالامام لیس للاحتراز عن القاضی، بل لکونه هو الأصل والقاضی نائب

عنه فی تنفیذ الأحکام ۔ (ایضاً)

[میری رائے یہ ہے کہ بظاہر سیاسۃ اور تعزیر مترادف ہیں ۔ اسی وجہ سے بیان تفسیر کے طرز پر ان کو ایک دوسرے پر عطف کیا جاتا ہے، جیسے ہدایۃ، زیلعی اور دوسری کتابوں میں ہوا ہے۔ بلکہ الجوہرۃ میں تو اسے صرف تعزیر کہنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے...... اسی طرح کہا جاتا ہے کہ تعزیر امام کی رائے کے سپرد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باب تعزیر ہی سیاسۃ کے احکام پر متضمن ہے اور امام کا ذکر قاضی سے احتراز کے لیے نہیں کیا جاتا، بلکہ اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ امام ہی قاضی کے اختیارات کی اصل ہے اور احکام کے نفاذ میں قاضی اس کا نائب ہے۔]

ابن عابدین بہت بڑے فقیہ تھے اور انہیں بجا طور پر خاتمۃ المحققین کہا جاتا ہے مگر ہماری ناقص رائے میں سیاسۃ اور تعزیر کو مترادف قرار دینے میں ان سے تسامح ہوا ہے۔ ان کی یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ تعزیر اور سیاسۃ کے الفاظ توسعاً ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ تاہم اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ مترادف ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تعزیر حقوق العباد میں دی جاتی ہے اور سیاسۃ حقوق الامام میں اور امام چونکہ امت کا وکیل ہوتا ہے اس لیے حقوق الامام سے مراد در اصل امت کے اجتماعی حقوق ہیں۔ پس تعزیر اور سیاسۃ دونوں در حقیقت حقوق العباد میں ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان دونوں میں کوئی بھی سزا شبہۃ کی بنا ساقط نہیں ہوسکتی کیونکہ شبہۃ کی بنا پر صرف حقوق اللہ سے متعلق سزائیں (حدود اور قصاص) ساقط ہوتی ہیں۔ ان کی یہ بات بھی صحیح ہے کہ قاضی کے اختیارات کے لیے اصل امام ہے اس لیے اگر سیاسۃ کو امام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ قاضی کے پاس سیاسۃ کا اختیار نہیں ہوتا، بلکہ در حقیقت قاضی کا اختیار سیاسۃ کے قاعدے میں شامل ہوتا ہے۔ تاہم اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دونوں مصطلحات مترادف ہیں۔ مخصوص اصطلاحی مفہوم میں ان دونوں کے درمیان کچھ اہم فروق پائے

جاتے ہیں:

تعزیر چونکہ فرد کے حق سے متعلق ہوتی ہے اس لیے معافی، صلح اور ابراء کا حق متاثرہ فرد ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اس کے برعکس سیاسۃ کا تعلق چونکہ امام کے حق سے ہوتا ہے اس لیے دیگر حقوق بھی امام کے پاس ہوتے ہیں۔ شمس الائمۃ سرخسی نے تصریح کی ہے کہ حکمران کے پاس یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ فرد کے حقوق کی معافی کرے۔

لیس للامام ولایۃ اسقاط حقوق العباد۔ (المبسوط، ج۱۰، ص۱۳۹)

[امام کے پاس بندوں کے حقوق ساقط کرنے کا اختیار نہیں ہے۔]

تنہا عورت کی گواہی یا واقعاتی شہادتوں اور قرائن کی بنیاد پر تعزیری سزا نہیں دی جاسکتی۔ چنانچہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ گواہوں کی تعداد کے لحاظ سے شہادت کے تین مراتب ہیں:

حد زنا کے اثبات کے لیے چار مرد گواہ چاہئیں،

باقی حدود اور قصاص کے اثبات کے لیے دو مرد گواہ درکار ہیں، اور

تعزیر کے اثبات کے لیے وہی معیار ثبوت ہے جو مالی حقوق کے اثبات کے لیے ہے، یعنی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی۔ (المبسوط، ج۱۶، ص ۱۳۴۔ الھدایۃ، ج۳، ص۱۱۶-۱۱۷)

اسی لیے حقیقت یہ ہے کہ تعزیر کا دائرہ کار حد سے کچھ وسیع ہونے کے باوجود درحقیقت نہایت محدود ہے۔ سیاسۃ کے اثبات کے لیے ایسی کوئی قید نہیں ہے، بلکہ قاضی واقعاتی شہادتوں اور قرائن کی بنیاد پر بھی سزا سنا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر عہد رسالت میں ایک یہودی کا سر کچلنے کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ اس نے ایک عورت کا سر بھاری پتھر سے کچل دیا تھا۔ فقہائے احناف اس سزا کو سیاسۃ کہتے ہیں اور یہ سزا اقرار یا شہادت پر نہیں بلکہ قرائن اور واقعاتی شہادتوں کی بنیاد پر دی گئی تھی۔ (المبسوط، ج۲۶، ص۱۲۶)

تعزیر اگر ایسے جرم میں دی جارہی ہے جس کی جنس میں حد کی سزا مشروع ہو، مگر وہ شبھۃ کی بنا

پر یا کسی شرط کے فقدان کی وجہ سے دی جا سکتی ہو تو تعزیر کی مقدار حد سے کم ہوگی۔ چونکہ حدود میں کم سے کم سزا غلام کے لیے شرب خمر۔ چالیس کوڑے کی ہے، اس لیے امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ تعزیر کی زیادہ سے زیادہ مقدار انتالیس کوڑے ہے۔ (بدائع الصنائع، ج ۹، ص ۲۷۱) ایسی کوئی قید اس سزا کے لیے نہیں ہے جو سیاسۃ دی جائے۔ چنانچہ سیاسۃ سزائے موت بھی دی جا سکتی ہے، بلکہ اس سزائے موت کے لیے کوئی عبرتناک طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے جیسا کہ اوپر یہودی کی سزا کا ذکر ہوا۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد مشتاق احمد، ''آبروریزی کے جرم کی شرعی تکییف'' معارف اسلامی، ج ۹، نمبر ۱ (جنوری - جون ۲۰۱۰ء) ص ۴۳-۸۰۔

۱۸۔ امام کاسانی نے حد کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

عقوبة مقدرة واجبة حقا لله تعالى۔ (ایضاً ص ۱۷۷)

[ایسی مقررہ سزا جس کا نفاذ بطور حق اللہ واجب ہے۔]

۱۹۔ امام سرخسی نے اس حوالے سے کئی قواعد ذکر کیے ہیں:

الحد بالقياس لا يثبت۔ (المبسوط۔ ج ۹ ص ۱۱۰)

[حد، قیاس کے ذریعے ثابت نہیں ہوتی۔]

لا مدخل للقياس في مقادير الحدود والزيادة على النص بالقياس لا تجوز۔ (ایضاً، ج ۱۶، ص ۱۴۳)

[حدود کی مقادیر میں قیاس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اور نص پر قیاس کے ذریعے اضافہ جائز نہیں۔]

بعینہ اسی طرح حدود کے معاملے میں اپنی جانب سے کسی شرط کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی کسی شرط کو معطل کیا جا سکتا ہے۔

شرط الحد بالرأي لا يمكن اثباته۔ (ایضاً ص ۹، ص ۴۴)

[حد کی شرط کا رائے کے ذریعے اثبات ممکن نہیں ہے۔]

۲۰۔ Nyazee, General Principles of Criminal Law, 142-43.

۲۱۔ امام کاسانی فرماتے ہیں:

الحدود کلها تظهر بالبينة والاقرار لكن عند استجماع شرائطها۔ (ج۹، ص۲۲۹)

[تمام حدود بینہ اور اقرار سے ثابت ہوتے ہیں لیکن اسی وقت جب اس کی تمام شرائط پوری ہوں۔]

آگے وہ واضح کرتے ہیں کہ بینة سے مراد شہادت ہے اور یہ کہ حدود میں شهادة على الشهادة، کتاب القاضی اور علم القاضی وغیرہ قابل قبول نہیں ہیں۔

۲۲۔ نیز اگر ملزم مسلمان ہو تو گواہ کا مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔ (بدائع الصنائع، ج۹، ص۵۶) عورت یا غیر مسلم کی گواہی پر حد کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ یہ خواتین یا غیر مسلموں کے ساتھ زیادتی نہیں، بلکہ ملزم کے ساتھ تخفیف ہے۔

۲۳۔ المبسوط، ج۱۶، ص ۱۳۴۔ الھدایۃ، ج ۳، ص۱۱۶-۱۱۷۔

۲۴۔ اوپر ہم نے امام کاسانی کے حوالے سے حدود کی صفات ذکر کی ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ حد چونکہ حق اللہ ہے اس لیے اس میں معافی کا اختیار نہ متاثرہ فرد کے پاس ہے، نہ ہی حکمران کے پاس۔ واذا ثبت أن حد القذف حق الله تعالى خالصاً أو المغلب فيه حقه فنقول: لايصح العفو عنه، لأن العفو انما يكون من صاحب الحق، ولايصح الصلح والاعتياض، لأن الاعتياض عن حق الغير لايصح۔ (بدائع الصنائع، ج۹، ص۲۵۰)

[اور جب یہ ثابت ہوا کہ حد قذف اللہ تعالیٰ کا خالص حق ہے، یا اس میں غالب حق اللہ کا ہے تو ہم کہتے ہیں (کہ اس کے نتائج یہ ہیں) کہ اس کا معاف کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ معافی

صاحب حق کی طرف سے ہوتی ہے۔ اسی طرح اس میں صلح یا عوض قبول کرنا بھی صحیح نہیں، کیونکہ کسی اور کے حق کا عوض لینا (یا کسی اور کے حق پر صلح کرنا) صحیح نہیں۔]

۲۵۔ المبسوط، ج۹،ص۹۱۔

۲۶۔ چنانچہ مثال کے طور پر عادی چور، داعی زندیق، جادوگر، ہم جنس پرستی کے عادی شخص اور دیگر مفسدین کی سزائے موت کو فقہائے احناف سیاستہ ہی کہتے ہیں۔ المبسوط، ج۹،ص۹۰-۹۱۔ الھدایۃ، ج۲،ص۳۴۶-۳۴۷۔ ردالمحتار، ج۳،ص۱۶۲)

پاکستانی قانون میں گستاخ رسول کی سزا کے ضمن میں مسلمان اور غیر مسلم کے فرق کو مدنظر نہیں رکھا گیا اور دونوں صورتوں میں سزائے موت مقرر کی گئی ہے۔ (مجموعہ تعزیرات پاکستان میں پارلیمنٹ نے ۱۹۸۶ء میں دفعہ ۲۹۵-ج کا اضافہ کیا جس کی رو سے گستاخ رسول کے لیے سزائے موت یا عمر قید کی سزا مقرر کی گئی تھی اور ساتھ ہی قرار دیا گیا تھا عدالت جرمانہ بھی عائد کرسکتی ہے۔ تاہم اسماعیل قریشی بنام وفاق پاکستان، PLD 1991 FSC 10، میں وفاقی شرعی عدالت نے عمر قید کی سزا کو اسلامی احکام سے متصادم قرار دے کر اسے ختم کرنے کا حکم دیا۔ اس فیصلے کے خلاف وفاقی حکومت نے اپیل کی لیکن بعد میں وہ اپیل واپس لے لی جس کے بعد وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ حتمی قانون کی صورت میں نافذ ہوا۔ چنانچہ اب دفعہ ۲۹۵-ج میں "یا عمر قید" کے الفاظ موجود ہیں لیکن ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔) اگر یہ کہا جائے پاکستانی حکومت نے سیاستہ کے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے پاکستان معاشرے کے مخصوص ماحول اور حالات کو دیکھتے ہوئے غیر مسلموں کے لیے بھی سزائے موت مقرر کی ہے تو اس سزا کو حنفی فقہ سے متصادم قرار نہیں دیا جاسکے گا، بشرطیکہ دو باتیں مان لی جائیں:

اولاً: یہ کہ چونکہ غیر مسلم کے لیے یہ سزا حد نہیں بلکہ سیاستہ ہے، اس لیے حکومت مناسب سمجھے تو بعض حالات میں اسے معاف بھی کرسکتی ہے۔

ثانیاً: یہ کہ چونکہ یہ سزا سیاسۃ ہے اس لیے غیر مسلموں کے لیے حکومت اس سزا کو تبدیل بھی کرسکتی ہے۔

باقی رہا اس مسلمان کا معاملہ جو توہین رسالت کے نتیجے میں مرتد ہوا تو اس کی سزائے موت چونکہ حد ہے اس لیے حکومت نہ اسے معاف کرسکتی ہے، نہ ہی اس سزا کو تبدیل کرسکتی ہے۔ البتہ اس قانون میں ایسے مجرم سے توبہ کے لیے کہنے کے متعلق کوئی شق نہیں ہے، نہ ہی ایسی کوئی گنجائش ہے کہ توبہ سے یہ سزا ساقط ہوجائے گی۔ مزید برآں، جرم کے اثبات کے لیے اس قانون میں شریعت کے مقرر کردہ ضابطے کی پابندی لازم نہیں کی گئی۔ اس لیے بہت حد تک یہ قانون حنفی مسلک سے متصادم ہے۔ واللہ اعلم

۲۷۔ سیاسۃ چونکہ حق اللہ نہیں ہے اور نیز تعزیر کے وسیع مفہوم میں داخل ہے، اس لیے، تعزیر کی طرح یہ بھی شبہۃ یعنی فعل کے قانونی جواز کے متعلق ملزم کے ذہن میں پائے جانے والے ابہام کی بنا پر ساقط نہیں ہوگی۔

۲۸۔ چنانچہ سیاسۃ کی سزا تنہا خواتین کی گواہی، غیر مسلموں کی گواہی، شہادۃ علی الشہادۃ، کتاب القاضی بلکہ واقعاتی شہادتوں اور قرائن کی بنیاد پر بھی دی جاسکتی ہے۔

۲۹۔ چونکہ معافی کا اختیار صاحب حق کے پاس ہوتا ہے اور سیاسۃ کی سزا حق الامام میں دی جاتی ہے اس لیے حکمران کے پاس معافی کا اختیار ہوتا ہے۔

۳۰۔ امام سرخسی نے تصریح کی ہے:

استیفاء الحد الی الامام۔ (المبسوط، ج۹، ۱۲۱)

[حد کا استیفاء امام کا کام ہے۔]

امام کاسانی حدود کی اقامت کی شروط کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو شرط تمام حدود کی اقامت کے لیے وہ یہ ہے کہ ان کا نفاذ حکومت کا کام ہے: اما الذی یعم الحدود کلھا فھو الامامۃ، وھو أن یکون المقیم للحد ھو الامام، أو من ولاہ

الامام۔ (بدائع الصنائع، ج۹،ص۲۵۰)

[وہ شرط جو تمام حدود کے لیے ضروری ہے، امامت کی ہے کہ حد کا قائم کرنے والا امام (حکمران) ہو یا وہ جسے امام نے یہ اختیار سونپ دیا ہو۔]

۳۱۔ البتہ حق العبد سے تعلق رکھنے والے امور (مثلاً اموال وتعزیر) میں حکمران پر عدالتی فیصلہ نافذ کیا جائے گا۔ یہی حکم قصاص کا بھی ہے کیونکہ اس میں بھی حق العبد غالب ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید اور فقہ حنفی کے مدون اول، امام محمد بن الحسن الشیبانی نے یہ جزئیہ ذکر کیا ہے:

اذا فعل الامام الذی لیس فوقه امام شیئاً مما هو الی السلطان فلیس علیه حد الا القصاص والأموال۔ (المبسوط، ج۹،ص۱۲۱)

[جب وہ حکمران جس کے اوپر کوئی اور حاکم نہ ہو کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرے جس کی سزا کا نفاذ حکومت کا کام ہے تو اسے حد کی سزا نہیں دی جائے گی، لیکن اموال اور قصاص کی سزا دی جائے گی۔]

۳۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: افتیات کے عنوان سے مقالہ: الموسوعة الفقهیة (الکویت: وزارة الأوقاف والشؤن الاسلامیة، ۱۹۸۶ء) ج۵،ص۲۸۰-۲۸۱۔

۳۳۔ ردالمحتار، ج۳،ص۱۷۶۔

۳۴۔ ایضاً۔ فقہائے احناف کا مسلمہ اصول ہے کہ کسی شخص کا فعل اگر فی نفسہ شرعاً جائز بھی ہو لیکن اس سے حکمران کے حق کا افتیات ہوتا ہو تو حکمران اسے مناسب تادیبی سزا سنا سکتا ہے۔ اسی اصول پر امام سرخسی فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں کسی مقاتل کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ حکمران کی اجازت کے بغیر دشمن میں کسی کو امان دے اور اگر کسی نے ایسا کیا تو امان نافذ تو ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مومن امان دے تو سب پر اس کی پابندی لازم ہو جاتی ہے، لیکن یہ حکمران کے حق کا افتیات ہے اور اسی لیے حکمران مناسب

سمجھے تو اسے تادیبی سزا دے سکتا ہے۔ (شرح کتاب السیر الکبیر، تحقیق محمد حسن اسماعیل الشافعی (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۹۷ء) ج ۲، ص ۱۰۸-۱۰۹) ایک اور اہم جزئیہ ملاحظہ ہو: فقہائے احناف کا موقف یہ ہے کہ غیر مسلم مقاتل کو جب قید کیا جائے تو جیسے اسے میدان جنگ میں قتل کیا جا سکتا تھا ایسے ہی اسے قید کیے جانے کے بعد بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ (ایضاً، ج ۳، ص ۱۲۴) کیونکہ وہ مرتد کی طرح مباح الدم ہوتا ہے۔ (ایضاً، ص ۱۲۶) لیکن انہوں نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ کوئی شخص اسے حکمران کی اجازت کے بغیر قتل نہیں کرے گا۔ (ایضاً، ج ۲، ص ۱۹۷) پھر اگر کسی نے اسے حکمران کی اجازت کے بغیر قتل کیا تو اسے حکمران مناسب تادیبی سزا دے سکتا ہے کیونکہ وہ افتیات کا مرتکب ہوا۔ (ایضاً، ج ۳، ص ۱۲۶)

۳۵۔ چنانچہ مثال کے طور پر اس سزا میں کمی بیشی اور معافی کا اختیار حکمران کے پاس ہے۔

۳۶۔ ردالمحتار، ج ۳، ص ۱۷۵۔ ظاہر ہے کہ جسے حد کی سزا دی گئی اس کا جرم ثابت نہیں ہوا تو وہ معصوم اور بری تھا۔ اس لیے اس کے خلاف کیا جانے والا اقدام عدوان ہی ہے، خواہ اسے حد کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ عدوان کی ماہیت کو دیکھتے ہوئے اس پر قصاص، دیت، ارش یا حکومۃ عدل (جسے مجموعۂ تعزیرات پاکستان میں "ضمان" کہا گیا ہے) کے احکام کا اطلاق ہوگا۔

۳۷۔ اس کی وجہ واضح ہے۔ یہ سزا حق الامام میں دی جاتی ہے۔ اس لیے حکمران ہی کے پاس استیفاء کا حق ہے۔ اس کے برعکس تعزیر چونکہ حق العبد میں دی جاتی ہے اس لیے بنیادی طور پر اس میں استیفاء کا حق متاثرہ فرد یا اس کے قانونی وارث کے پاس ہوتا ہے اور حکمران کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اس متاثرہ شخص کے حق کے استیفاء میں اس کی مدد کرے اور اسے اپنے حق سے تجاوز نہ کرنے دے۔ (بدائع الصنائع، ج ۹، ص ۲۵۳) یہی حکم قصاص کا بھی ہے کیونکہ اس میں بھی حق العبد غالب ہوتا ہے۔ (ایضاً، ج ۱۰، ص ۲۷۳-۲۷۸)

توہینِ رسالت کا مرتکب قرآن کی نظر میں

مولانا کامل سہسرامی

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی افضل ترین شخصیت، خداوند قدوس کے محبوبِ برحق اور کون و مکان کی آخری معراج ہیں۔ آپ کا ادب حاصلِ ایمان، آپ کی محبت روحِ ایمان، آپ کا احترام خلاصۂ زندگی اور آپ کی عقیدت عصرِ حیات ہے۔ سچ پوچھیے تو حضور کی محبت، عظمت، توقیر و احترام کا نام ایمان ہے اور حضور کی عداوت و دشمنی کا نام کفر ہے:

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

گویا دین کا خلاصہ اور ایمان کا حاصل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس شخص کے دل میں حضور کی جتنی زیادہ محبت ہوگی وہ اتنا ہی اپنے ایمان میں کامل ہوگا اور جس شخص کے دل میں جتنی عداوت ہوگی وہ اتنا ہی بڑا بے ایمان ہوگا۔

پروردگار عالم قہار و جبار بھی ہے اور رحمٰن و رحیم بھی ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب و جلال سے بہت ہی زیادہ ہے۔ اس لیے عین ممکن ہے کہ خدا اپنے گستاخوں، بے ادبوں اور خدائی کا انکار کرنے والوں کو معاف کر دے لیکن اپنے حبیب کے گستاخ کو اور اپنے رسول کی توہین کرنے والوں کو خدا کبھی معاف نہیں کرتا۔ گستاخان

نبوت نے جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی، آپ کی عزت وعظمت پر حملہ کیا تو قرآن نے فوراً اس کی مدافعت کی اور توہین کرنے والوں کو اسی وقت جواب دیا اور اپنے رسول کی توہین کرنے والوں کو قیامت تک کے لیے رسوا کر دیا۔ ایسی رسوائی کہ تاریخ کا ہر طالب علم لعنت بھیجتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر معشر القریش کو آواز لگائی، اس آواز پر تمام لوگ آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ پر سے ہی دریافت فرمایا: لوگو! اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑی کے دوسرے کنارے پر ایک بڑا بھاری لشکر ہے جو عنقریب تمہیں اور تمہاری بستیوں کو تباہ کر دے گا تو کیا تم میرا اعتبار کرو گے؟ لوگوں نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگرچہ ہم اس طرح کے کوئی آثار نہیں دیکھتے لیکن آپ کہتے ہو تو مان لیں گے، اس لیے کہ آپ صادق وامین ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریشیو! تمہارا یہ شرک، یہ کفر یہ بت پرستی، یہ خدائے واحد کی سرکشی اس دشمن سے بھی زیادہ بھیانک ہے جس کے تعلق سے میں نے تم سے کہا۔ اس لیے تم اس سے باز آ جاؤ، تاکہ وادیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ قوم کے اور افراد تو یہ پیغام سن کر خاموش رہے مگر اس مجمع میں ابولہب سے نہ رہا گیا، اس نے تیوریاں چڑھا کر غصے میں کہا: تبالك يا محمد! الهذا جمعتنا؟ محمد! تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں، کیا ہم لوگوں کو اسی لیے جمع کیا تھا؟

اس بھرے مجمع میں یہ پہلی بھرپور توہین تھی جسے ابولہب کی بے ایمانی نے کیا۔ رحمت عالم تو رحمت عالم ہیں، خاموشی سے برداشت فرما لیا مگر خداوند قدوس کی محبت کو

اپنے محبوب کی توہین گوارا نہ ہوئی اور خدائے غضب وجلال نے اسی وقت سورہ لہب (تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ) نازل فرمائی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

(تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور تباہ ہو ہی گیا، اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا، اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی جورو، لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے، اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسّا۔ (سورۂ لہب: ۱۱۱، آیت ۱ تا ۵)

اس کی بیوی بھی دشمن رسول تھی، یہ جنگل سے لکڑیاں لاتی، کام کے لائق تو خود استعمال کے لیے رکھتی اور کانٹوں کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بچھا دیتی۔ اس لیے قرآن نے دونوں کے لیے دنیا اور آخرت کی توہین و ذلت کی سند دے دی۔ ابولہب خود طاعون میں مرا۔ عرب کے لوگ طاعون سے سخت نفرت کرتے تھے، ڈر کے مارے اس کی لاش کو گھر سے نہ اٹھایا بلکہ چھت کھول کر اوپر سے اس قدر مٹی اور پتھر اس کے ناپاک جسم پر پھینکے گئے کہ وہی اس کی قبر ہو گئی۔ اس کی عورت کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید دشمنی تھی، جنگل جاتی لکڑیاں لاتی اور تمام کانٹے رات کو حضور کی راہ میں بچھا دیتی۔ تفسیر خازن میں ہے کہ اس عورت کی موت ٹھیک قرآن کے اعلان کے مطابق ہوئی۔ ایک مرتبہ یہ لکڑی لے کر آ رہی تھی کہ راہ میں تھک گئی۔ لکڑی کے گٹھر کو پتھر سے ٹکا کر خود ستانے لگی۔ چلنے کے ارادے سے جب گٹھر اٹھایا تو اس میں ٹکا ہوا پھندا اس کی گردن میں پڑ گیا۔ پھندا نکالنے کی کوشش میں لکڑی کا بوجھ سر سے پھسل کر پیٹھ کی طرف لٹک گیا اور گلے کی رسی لکڑی کے تناؤ سے موت کا پھندہ بن گئی اور وہ ہلاک ہو گئی۔

مکہ میں ایک جماعت ان دشمنوں کی تھی جن کا دن رات کا کام اور مشغلہ یہی تھا کہ وہ حضور کا مذاق اڑائیں، آوازیں کسیں، تبلیغ کے وقت شور وغل کریں، منہ چڑائیں، توہین اور تذلیل کریں۔ ان کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا: اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔ سورۂ حجر: ۱۵، آیت ۹۵)

چناں چہ اس پارٹی کے تمام ممبران عجیب عجیب دردناک انداز سے مرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ تبلیغ فرمانے لگے اور لوگ داخل اسلام ہونے لگے تو کفار ومشرکین نے آپ کو خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ دوسری طرف قرآن نے اعلان کیا: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے۔ سورۂ بقرہ: ۲، آیت: ۱۱۴)

اور چند ہی دنوں کے بعد دنیا نے دیکھا اور دیکھ رہی ہے کہ خانۂ کعبہ کے اندر مشرکین کا داخلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسم کا انتقال ہوا تو کفار ومشرکین نے طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا کہ محمد کی نسل ختم ہوگئی اور یہ مقطوع السلسلہ ہوگئے۔ مطلب آپ کے دل کو تکلیف پہنچانا اور جذبات کو ٹھیس پہنچانا تھا۔ ان کے جواب کے لیے فوراً قرآن اترا اور آپ کی تشفی اس طرح کی گئی: اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ

شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾ (اے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں، تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو، بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔ سورۂ کوثر ۱۰۸، آیت: ۱ تا ۳)

ایک صحابی جو اونچا سنتے تھے اپنی عادت کے مطابق بارگاہِ رسالت میں آتے تو بھی اونچی آواز سے بولتے اور یہ محض سماعت کی خرابی کی وجہ سے عادتاً تھا اور کوئی بات نہ تھی مگر پروردگار کو یہ بھی منظور نہ ہوا کہ کوئی شخص اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس طرح زور زور سے بولے کہ بولنے والے کی آواز نبی کی آواز پر غالب ہو:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۲﴾

(اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے کی آواز سے اور ان کے حضور چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں۔ سورۂ حجرات: ۴۹، آیت: ۲)

مختصر یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور توہین کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں کسی بھی عزت کی جگہ اور عافیت کا مقام نہیں۔ قرآن کے اعلانات خود انہیں رسوا کر رہے ہیں۔ ذات رسالت پناہی کے بعد قرآن کی تکمیل بھی ہوگئی، لیکن اگر قرآن مجید نازل ہوتا رہتا تو آج جو لوگ بارگاہِ رسالت کی توہین و تذلیل میں مصروف ہیں ان کے بارے میں قرآن کا اعلان وہی ہوتا جو اس سے قبل وہ اعلان کر چکا ہے۔

کائنات کے گستاخ

چودھری محمد رفیق باجوہ

جس شخصیت کی وہ حمد کرے جس کے سوا کسی کو حمد زیبا نہ ہو۔ جو انسانی تاریخ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نام پانے والا پہلا ایسا بشر ہو، جس پر وہ وحی نازل ہوئی ہو کہ اگر کسی پہاڑ پر نازل ہوتی تو روئی کے گالوں کی طرح اڑ گیا ہوتا۔ نور اور سوز کو سمو لینے والا وہ جسم کہ مثل روشنی کے اس کا سایہ بھی نہ ہو۔ جس نے خلاؤں تک کو یوں تسخیر کر دکھایا ہو کہ فرش سے عرش اور عرش سے فرش تک کے صدیوں کے فاصلے طے کر آئے اور ابھی بستر گرم اور کنڈی ہل رہی ہو۔ جس نے خالق و مخلوق کے درمیان فاصلوں کو یوں تسخیر کرنا سکھایا ہو کہ بندے اپنے اللہ سے صیغہ حاضر متکلم میں مخاطب ہوں۔

جس نے (نہبطوا) کے عمل کی فرقتوں کے کرب میں مبتلا انسانیت کو (قاب قوسین او ادنی) اور (نحن اقرب من حبل الورید) کے لطف سے آشنا کیا۔ جس پر یہ رازِ کائنات واضح کیا گیا ہو کہ شہادت سلامتی کا دوسرا نام ہے کہ جس انسانِ فانی کو اس کی دنیوی زندگی میں اللہ کی دید میسر آ جائے، وہ اللہ کی راہ میں قتل بھی کر دیا جائے تو بھی نہیں مرتا اور یوں زندہ رہتا ہے جیسے روزِ حشر دیدارِ الٰہی کے بعد سب انسان غیر فانی ہو جائیں گے۔

وجہ نمودِ کائنات مگر مزمل، تختِ رسالت پر متمکن مگر دوش پر کملی، شاہِ شاہاں مگر

سورۃ المدثر کا مدثر، جس کی انگلی اٹھے تو قمر شق ہو جائے، نگاہ اٹھے تو آمادۂ قتل عمر ''فاروق اعظم رضی اللہ عنہ'' بن جائے۔ ایسا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس نے ''مرتضیٰ رضی اللہ عنہ'' تربیت کیے۔

وہ مرسل رسا کہ امتی آج بھی دورانِ صلوٰۃ اس سے صیغۂ حاضر میں کلام کرتے ہیں۔ وہ انسانِ کامل کہ خود خالق جس کی تکمیل کا ثناء خواں ہو۔ تخلیقاتِ الٰہی کی وہ ہستی واحد جس کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی سے مربوط کر دیا گیا۔ وہ جو عالم ہائے زمان و مکان ولا زمان ولا مکان کے لیے رحمت ہے کہ جو اس کی پیروی میں نہ رہا، اس نے خود کو درہم برہم کرلیا۔ وہ کائناتی رحمتوں سے محروم ہو گیا اور اس نے رحمتوں کو زحمتوں میں تبدیل کرلیا۔ جو اس کی تکریم سے محروم ہو گیا، تذلیل اس کا مقدر بن گئی۔

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ان سے محبت اللہ سے محبت ہے۔ اسی طرح ان کی شان میں گستاخی اللہ رب العزت کی شان میں گستاخی ہے۔ جو کوئی ان کی رسالت سے منکر ہو، اس کے خلاف جہاد بالسیف فرض ہے۔ تو پھر یہ بھی کوئی پوچھنے والی یا کوئی تحقیق طلب بات ہے کہ ان کے گستاخ کی سزا کیا ہے؟

لیکن ہم اس زمانے سے تعلیم حاصل کیے ہوئے ہیں جہاں گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سزا دینے والے لقمۂ دار بنا دیئے گئے اور ہم فقط آنسو بہا کر، ہاتھ مل کر یا چند دن ملول ہو کر رہ گئے یا مترنم شعر گوئی پر گزارا کرتے رہے۔

علم و عمل کے میدان میں اس ہستی نے جو دیا لاریب دیا۔ اس کی شان میں گستاخی کائنات سے دشمنی کے مترادف ہے۔ آج تک کائنات تو کیا، کائنات کے کسی معمولی سے معمولی قانونِ قدرت کو بھی کوئی شکست نہیں دے سکا۔ اُن کی شان میں

گستاخی کائنات کو انتقام کی دعوت دینا ہے۔ کائنات میں اس کی سزا موت یا پھانسی یا قتل پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی۔ جب تک کائنات موجود ہے، کائنات انتقام لے گی اور کائنات معدوم ہونے لگے گی تو ناورائے کائنات کے سپرد کر دی جائے گی کہ لو، ان کو سنبھالو کہ یہ گستاخانِ رسول ہیں۔ اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ جو زمان و مکان و لازمان کے لیے رحمت، سراپا بن کر مرسل ہوئے۔

انسان کی محبت میں کمی رہ جائے تو وہ اپنے فراق کو محبوب کے بت بنا کر تسکین دے لیتا ہے۔ محبت اگر کامل ہو تو انسان محبوب کے بت یا تصور کا محتاج نہیں ہوتا۔ جو دل میں بس رہا ہو اسے آنکھوں کے روبرو لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آنکھوں کے ذریعے دل میں اتر جانا ایک عمل ضرور ہے اور اہم بھی ہے۔ مگر دل کے ذریعے نگاہوں میں بس جانا لاثانی عمل ہے اور محبت کی وہ منزل ہے جہاں محبوب کا گستاخ تو کیا، اس کا رقیب بھی گوارا نہیں ہوتا۔ ندیدوں کو کیا خبر کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر کیوں نہ بنی؟ کیوں نہیں بنائی جاسکتی؟

اللہ نے حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بت پرستی کو کیونکر فعلِ ناگوار قرار دیا؟ قرآن پاک میں کسی بھی پیغمبر علیہ السلام کی توہین سے اس لیے منع فرمایا گیا کہ سبھی پیغمبر رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معتقد ہیں۔ جس کے سارے پیشرو اس کے پیروکار ہو جائیں، اس کے مقامِ توحید سے کون انکار کر سکتا ہے تاوقتیکہ طبیعت از خود کفر وارد کرنے پر مائل نہ ہو گئی ہو۔

انسان تو اپنی ماں کی توہین پر قتل کر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ماں کی محبت سے کہیں زیادہ اہم، بلند مرتبہ اور معتبر ہے۔ گستاخی

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محبانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عمدِ قتل سے باز نہیں رکھا جا سکتا۔ چاہے اس کا انجام کچھ بھی ہو۔ تاریخ ایسی تماثیل سے بھری پڑی ہے کہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کائنات نے کیا برتاؤ کیا اور مسلمانون نے کیا کیا؟

اس مضمون میں اعادہ کیے بغیر اس اہم امر کی طرف ہر مسلمان کی توجہ میں مبذول کروا سکوں تو خوش بخت ہو جاؤں کہ معاشرہ غیر اسلامی تعلیم و تربیت کی وجہ سے احکامِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر آگاہ ہو چکا ہے اور زمانہ اس کوشش میں ہے کہ امت کے جسم سے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکال لی جائے۔ اس کا ایک طریقہ شرعِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آشکار نہ ہونے دینا اور مختلف مسالک کے ذریعے اسے متنازع بنائے رکھنا بھی ہے۔

جس کی تحقیر برداشت ہو سکے، وہ محترم نہیں ہوتا۔ جو محترم نہ ہو، وہ راہنما نہیں ہوتا۔ جس کے قول پر قیل و قال ہونے لگے، اس کی اطاعت کے جذبہ کو مجروح ہونا لازم ہوتا ہے۔ عام حاکم اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے احکام جاری کرتے ہیں لیکن اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام میں قطعی صمدیت ہوتی ہے کہ وہ جو بھی حکم فرماتے ہیں، قطعی طور پر بے غرض، بے لوث اور انسانوں ہی کے مفاد میں ہوتا ہے۔

جس کی شان میں اتنی سی بھی گستاخی کہ کوئی اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلند کرے، نظامِ کائنات کو گوارا نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرے تو کائنات اسی لمحہ برانگیختہ ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کو سزا دینے والا وہ کچھ کر سکتا ہے جو کائنات اس گستاخ کے لیے کر رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس لمحے کائنات اور انسان کا عمل ہم آہنگ ہوتا ہے۔ کائنات سے ہم آہنگی ہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا انعام اور کارنامہ ہے۔ ایسا ہر

اقدام انسانوں کا اکملیت کی طرف بڑھتا ہوا قدم ہوتا ہے۔

معاشرے میں اگر آج ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، والدین، اساتذہ یا بزرگوں کا احترام نہ رہے تو کیا معاشرہ شفقتوں سے عاری نہ ہو جائے گا؟ بربریت اس کا ورثہ نہ بن جائے گی؟

جس معاشرے میں پیغمبروں کا احترام نہ رہے وہ معاشرہ درندوں کے معاشرے سے بھی بدتر ہو جائے گا اور جس معاشرے میں وجہ نمود کائنات اور پیغمبروں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام نہ رہے گا، کائنات اس معاشرے پر ٹوٹ پڑے گی۔ چاہے اس معاشرے میں کتنے ہی ناظم و حاکم اور کتنے ہی مفکر و مفسر اپنی برتری کے دعویدار کیوں نہ ہوں۔ اُس معاشرے کی دنیا ہی نہیں آخرت بھی لٹ جائے گی۔ ایسا معاشرہ فقط اس دوزخ کی تعمیر کر رہا ہوگا جس کی آگ نہ کبھی بجھے گی، نہ اس کی تپش کم ہوگی۔ جو معاشرہ راضی برضائے الٰہی ہو جائے اس کی معتبری لافانی ہوتی ہے اور جو معاشرہ راضی برضائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو جائے اس کی بقاء کا خود اللہ تعالیٰ ضامن ہوتا ہے۔ یعنی ۔

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

خوش مقدر ہیں وہ لوگ جو زمانہ حال کے گستاخِ رسول کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اُن کی پشت پناہی کرنے والی طاقتوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

مدینہ شریف کو یثرب کہنا کیسا؟

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ

مسئلہ: از امروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہد صاحب، میلاد خواں

۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا حکم شرع شریف کا بارے میں کہ مدینہ شریف کو "یثرب" کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص یہ لفظ کہے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا[1]۔

الجواب

مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا ناجائز وممنوع وگناہ ہے اور کہنے والا گنہگار۔

توبہ واجب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من سمی المدینہ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ۔ رواہ الامام احمد[2] بسند صحیح عن البراء ابن عازب رضی اللہ تعالی عنہ۔

جو مدینہ کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے مدینہ طابہ ہے مدینہ طابہ ہے (اسے امام احمد نے بسند صحیح براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

---

۱ بیان فرما کر اجر پاؤ۔

۲ مسند امام احمد بن حنبل، عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ، المکتب الاسلامی بیروت، ۴/ ۲۸۵

علامہ مناوی ''تیسیر شرح جامع صغیر'' میں فرماتے ہیں:

فتسمیتها بذلك حرام لان الاستغفار انما هو عن خطیئة۔[1]

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ کا یثرب نام رکھنا حرام ہے کہ یثرب کہنے سے استغفار کا حکم فرمایا اور استغفار گناہ ہی سے ہوتی ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری ''مرقاۃ شریف'' میں فرماتے ہیں:

قد حکی عن بعض السلف تحریم تسمیة المدینة بیثرب ویؤیده ما رواه احمد (فذکر الحدیث المذکور ثم قال) قال الطیبی رحمه الله فظهر ان من یحقر شان ما عظمه الله تعالیٰ ومن وصف ما سماه الله تعالیٰ بالایمان بما لا یلیق به یستحق ان یسمی عاصیا الخ۔[2]

بعض اسلاف سے حکایت کی گئی ہے کہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنا حرام ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے روایت فرمایا ہے، پھر حدیث مذکور بیان فرمائی، پھر علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پس اس سے ظاہر ہوا کہ جو اس کی شان کی تحقیر کرے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے عظمت بخشی اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کا نام دیا اس کا ایسا وصف بیان کرے جو اس کے لائق اور شایانِ شان نہیں تو وہ اس قابل ہے کہ اس کا نام عاصی (گناہگار) رکھا جائے۔ الخ (ت)

قرآن میں لفظ یثرب کا آنا اصل میں منافقین کا قول نقل کیا گیا ہے

قرآن عظیم میں کہ لفظ یثرب آیا وہ ربّ العزت جل وعلا نے منافقین کا قول نقل

---

1 التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من سمی المدینۃ یثرب الخ، مکتبۃ الامام الشافعی ریاض، ۲/ ۴۲۴

2 المرقاۃ شرح المشکوٰۃ، کتاب المناسک تحت حدیث ۲۷۳۸، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۵/ ۶۲۲

فرمایا ہے:

وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ [1]

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے مدینہ (یثرب) والو! تمہارے یہاں ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ (ت)

منافقین کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف کا نام طابہ رکھا

یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کرکے یثرب کہتے، اللہ عزوجل نے ان پر رد کے لیے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا، حضور اقدس سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

يقولون يثرب وهي المدينة. رواه الشيخان [2] عن ابي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه.

وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔ (اس کو بخاری ومسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم:

ان الله تعالىٰ سمى المدينة طابة. رواه الائمة احمد [3] و مسلم

---

1 القرآن الکریم، الاحزاب: ۱۳

2 صحیح البخاری، فضائل المدینہ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۲۵۲
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب المدینہ تنفی خبثہا الخ، ۱/ ۴۴۴

3 مسند احمد بن حنبل، عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، المکتب الاسلامی بیروت، ۵/ ۸۹
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب المدینہ تنفی خبثہا الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۴۴۵

والنسائی عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک اللہ عزوجل نے مدینہ کا نام طابہ رکھا (اسے ائمہ احمد، مسلم اور نسائی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

''مرقاۃ'' میں ہے:

المعنی ان اللہ تعالٰی سماھا فی اللوح المحفوظ او امر نبیہ ان یسمیھا بھا ردا علی المنافقین فی تسمیتھا بیثرب ایماء الی تثریبھم فی الرجوع الیھا۔[1]

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے لوحِ محفوظ میں مدینہ منورہ کا نام ''طابہ'' رکھا ہے یا اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ پاک کا نام طابہ رکھیں، یثرب رکھنے میں اہل نفاق کا رد کرتے ہوئے ان کی سرزنش (توبیخ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ انہوں نے پھر نازیبا (یا متروک) نام کی طرف رجوع کرلیا۔ (ت)

اسی میں ہے:

قال النووی رحمہ اللہ تعالٰی: قد حکی عن عیسٰی بن دینار ان من سماھا یثرب کتب علیہ خطیئۃ واما تسمیتھا فی القراٰن بیثرب فھی حکایۃ قول المنافقین الذین فی قلوبھم مرض۔[2]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عیسٰی بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی ہے کہ جس کسی نے مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھا یعنی اس نام سے پکارا تو وہ گناہگار ہوگا۔

---

[1] المرقاۃ شرح المشکوٰۃ، کتاب المناسک، حدیث ۲۷۳۸، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۵ / ۶۲۲

[2] المرقاۃ شرح المشکوٰۃ، کتاب المناسک، حدیث ۲۷۳۸، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۵ / ۶۲۲

جہاں تک قرآن مجید میں یثرب نام کے ذکر کا تعلق ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ منافقین کے قول کی حکایت ہے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے۔(ت)

بعض اشعارِ اکابر میں لفظ یثرب کے وقوع کا عذر

بعض اشعارِ اکابر میں کہ یہ لفظ واقع ہوا، اُن کی طرف سے عذر یہی ہے کہ اُس وقت اس حدیث وحکم پر اطلاع نہ پائی تھی جو مطلع ہوکر کہے اُس کے لیے عذر نہیں معہذا شرعِ مطہر شعر وغیر شعر سب پر حجت ہے، شعر شرع پر حجت نہیں ہوسکتا۔

مدینہ نام کی وجہ تسمیہ

مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ ''شرح مشکوٰۃ'' میں فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورا مدینہ نام نہاد از جہت تمدن واجتماع مردم و استیناس وائتلاف ایشاں دروے ونہی کرد از خواندن یثرب یا از جہت آنکہ نام جاہلیت است یا سبب آنکہ مشتق از یثرب بمعنی ہلاک وفساد وتثریب بمعنی توبیخ وملامت ست یا بتقریب آنکہ دراصل نام صنمے یا یکے از جبابرہ بود بخاری در تاریخ خود حدیثے آوردہ کہ یکبار یثرب گوید باید کہ وہ بار مدینہ گوید تا تدارک وتلافی آں کند و در روایتے دیگر آمدہ باید کہ استغفار کند وبعضے گفتہ اند کہ تعزیر باید کرد قائل آں را وآنکہ در قرآن مجید آمدہ است یا اہلِ یثرب از زبان منافقان ست کہ بذکر آں قصد اہانت آں می کردند عجب کہ بر زبان بعضے اکابر در اشعار لفظ یثرب آمدہ[1] انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا نام ''مدینہ'' رکھا، اس کی وجہ وہاں لوگوں کا رہنا

---

1 اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ، کتاب المناسک، باب حرم المدینہ، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۲/ ۹۲-۳۹۳

سہنا اور جمع ہونا اور اس سے انس ومحبت رکھنا ہے اور آپ نے اسے یثرب کہنے سے منع فرمایا اس لیے کہ یہ زمانۂ جاہلیت کا نام ہے یا اس لیے کہ یہ "ثرب" سے بنا ہے جس کے معنی ہلاکت اور فساد ہے اور تثریب بمعنی سرزنش اور ملامت ہے یا اس وجہ سے کہ یثرب کسی بت یا کسی جابر وسرکش بندے کا نام تھا۔ امام بخاری اپنی تاریخ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ جو کوئی ایک مرتبہ "یثرب" کہہ دے تو اسے دس مرتبہ "مدینہ" کہنا چاہیے تا کہ اس کی تلافی اور تدارک ہو جائے۔ قرآن مجید جو "یا اھل یثرب" آیا ہے تو وہ اہل نفاق کی زبان سے ادا ہوا ہے کہ یثرب کہنے سے وہ مدینہ منورہ کی توہین کا ارادہ رکھتے تھے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ یثرب کہنے والا اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور معافی مانگے اور بعض نے فرمایا ہے کہ اس نام سے پکارنے والے کو سزا دینی چاہیے، حیرت کی بات ہے کہ بعض بڑے لوگوں کی زبان سے اشعار میں لفظ یثرب صادر ہوا ہے۔ انتہی اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور عظمت وشان والے کا علم بہت پختہ اور بڑا اکمل ہے۔[1] (ت)

---

[1] فتاوی رضویہ شریف، لاہور پاکستان: رضا فاؤنڈیشن، ج ۲۱،ص ۱۱۶ تا ۱۱۹ / انڈیا، ج ۱۸، ص ۹۴-۹۵

تعزیراتِ پاکستان میں

قانونِ تحفظِ ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

P.P.C (پاکستان پینل کوڈ یعنی تعزیراتِ پاکستان) کے قانون: 295 کے تین سیکشنز ہیں: A.B.C

☆ سیکشن A کے مطابق: کسی مذہب یا مذہبی گروہ کے عقائد کو دانستہ برا بھلا کہنا جرم ہے۔

☆ سیکشن B کے مطابق: قرآن پاک کی بے حرمتی یا شہید کرنا اس سیکشن میں شامل ہے۔

☆ سیکشن C کے مطابق: حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی یعنی توہینِ رسالت، اس میں گستاخئ شان کے لیے تحریری، تقریری سمیت تمام انداز شامل ہیں۔

سزائیں: قانون میں ہر سیکشن کے حوالے سے باقاعدہ علیحدہ علیحدہ سزائیں مقرر ہیں۔

☆ سیکشن A کے مطابق کسی کے مذہب یا مذہبی عقائد کو جان بوجھ کر بُرا بھلا کہنے اور اس کے نتیجے میں لوگوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کی سزا دس سال قید بامشقت اور جرمانہ ہے۔ جس کا تعین حالات اور دیگر شواہد کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

☆ سیکشن B کے مطابق قرآن پاک کی بے حرمتی خواہ کسی بھی انداز سے کی گئی، اس کے لیے عمر قید کی سزا رکھی گئی ہے۔

☆ سیکشن C نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کسی بھی انداز میں گستاخی پر ملزم کے لیے ''سزائے موت'' اور عمر قید کے علاوہ جرمانہ عائد کرنے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ضیاء محمد ضیاء پسروری

ہے شاہد آج بھی تاریخ اس زندہ حقیقت پر
کہ آنچ آنے نہیں دیتے غلام آقا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی عزت پر
ہوا ہرزہ سرا جب بھی کوئی شانِ رسالت میں
گیا بچ کر نہ زندہ پھر وہ اپنی اس جسارت پر
دکھاتا ہے کوئی جانباز راہ اُس کو جہنم کی
جھپٹتا ہے کوئی دیوانہ اُس ابلیس فطرت پر
دیے ہر دور میں عشاق نے جانوں کے نذرانے
کیا سب کچھ تصدق اپنا ناموس رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر
اگرچہ راستہ روکا گیا دار و رسن سے اُن کا
مگر چلتے رہے اہل وفا راہِ عزیمت پر
کبھی زنجیر سے اُلجھے، کبھی شمشیر سے کھیلے
ہے ناز اسلام کو اُن جاں نثارانِ نبوت پر
کٹا دیتے ہیں سر اپنے، لٹا دیتے ہیں گھر اپنے
خدا رحمت کرے اُن عاشقانِ پاک طینت پر
ہے شرطِ اولِ ایماں، محبت سرورِ دیں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی
تحفظ فرض ہے ناموسِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا امت پر
سلام اُس (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سر فروشی کے فسانے میں

زندہ نہ رہے دہر میں گستاخ کوئی

سید عارف محمود مہجور رضوی

یہ جان ہے کیا چیز، ہر اک جان ہے قربان
ناموسِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پہ ہے مرمٹنا ہی ایمان

ناقابلِ تحسین ہے توہینِ رسالت
برداشت نہ ہو پائے گا اسلام کا بطلان

جو عقل کہے اس کو پسِ پشت ہی ڈالو
تقلید کرو اس کی جو فرمائے ہے وجدان

ناموسِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پہ کوئی دوسری رائے؟
ناقابلِ تسلیم ہے اس قسم کا رجحان

ناموسِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہے نہیں عام کوئی بات
اس بات سے وابستہ مسلماں کا ہے ایمان

کس کام کی ہیں اس کی عبادات و ریاضات
حاصل نہ جسے عشقِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا ہو عرفان

نذرانۂ جاں لے کے ہتھیلی پہ ہیں پھرتے
اللہ (عزوجل) نے بخشی ہے جنہیں قوتِ ایمان

تخلیق ہوئے جن کے لیے دونوں جہاں ہیں
آؤ کہ کریں اُن (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پہ ہر اک چیز کو قربان

اے پاک نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کی ناموس سے بڑھ کر
دو جگ میں نہیں کوئی بھی توقیر کا سامان

معمور نہیں یاد سے جو اُن کی وہ دل کیا؟
پُرنم جو نہیں ذکر پہ وہ آنکھ ہے ویران

محبوب ہے ہر وصف فقط آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دم سے
ہر ایک فضیلت ہے فقط آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا فیضان

ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے کردار کی عکاس احادیث
ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اوصاف کا غماز یہ قرآن

کہتا ہے بصد آہ یہ غیرت کا تقاضا
کب ہوگا تو سرگرم عمل مردِ مسلمان

آؤ کہ ہے اب وقت کریں پورے وہ سارے
باندھے تھے جو ہم سب نے خداوند سے پیمان

زندہ نہ رہے دہر میں گستاخ کوئی بھی
یہ شمعِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ہو پروانوں کا اعلان

سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نسبت سے غلامی کا شرف ہی
ہر ایک مسلمان کی بخشش کا ہے فرمان

سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ناموس کی حرمت کا تحفظ
مہجورؔ ہے زیست کا تازیست ہی عنوان

قابلِ مطالعہ کتابیں

















